ایک ہی راستہ

پوجنیہ شری آنند سوامی جی مہاراج سرسوتی

کے

سات ایڈیشنوں کا مجموعہ

قیمت

چھ آنے

پرکاشک

روزانہ ملاپ نئی دہلی
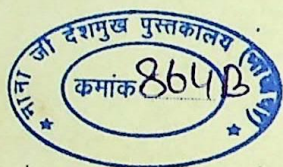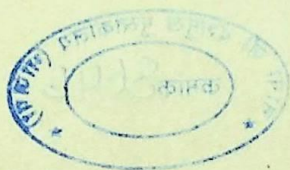
آنند کا امرت

انسان ہزاروں حیلے اور بہانے کرتا ہے۔ جتن کرتا ہے۔ پسینہ بہاتا ہے۔ کچھ لوگ تجوریوں میں روپیہ جمع کرتے ہیں کچھ اور لوگ بڑے محل بنواتے ہیں۔ کوئی زیوروں کے انبار جمع کرتا ہے۔ کوئی سنتان کیلئے دیوانہ ہوا پھرتا ہے۔ ایسے بھی لوگ ہیں جو طاقت اور حکومت کیلئے پریشان رہتے ہیں لیکن ان سب کا ماحصل کیا ہے؟ کیوں وہ ان سب باتوں کو کرتے ہیں؟ دولت، طاقت، حکومت، سنتان، مکان، محل اور زیور بذاتِ خود کچھ بھی نہیں۔ انسان اُن کیلئے محو کوشش ہوتا ہے تو اس وشواس کے ساتھ کہ اُسے خوشی ملیگی۔ لیکن یہ خوشی کیا ملتی ہے؟ خوشی اور آنند کا اصل سروت تو ایشور ہے۔ اُسے سمجھے اور اُس کے نزدیک گئے بغیر اصل خوشی آج تک کسی کو حاصل ہوئی نہ کبھی ہوگی —— اور یہ سمجھنا، نزدیک جانا (گیان اور اُپاسنا) تو ست سنگ سے پراپت ہوتے ہیں۔ اس وچار سے میں نے پوجیہ شری آنند سوامی جی مہاراج کی کتھا کو حرف بحرف لکھنے کی ایک بار کوشش کی۔ "آنند گایتری کتھا" کے نام سے بھاشنوں کا وہ مجموعہ شائع ہوا۔ پڑھنے والوں اور سُننے والوں نے اُسے اتنا پسند کیا کہ کتنی ہی بھاشاؤں میں اُس کا ترجمہ ہوگیا۔ اس بات نے مجھے حوصلہ دیا۔ دہلی کے آریہ سماج قرولباغ میں پوجیہ سوامی جی نے پھر ایک کتھا کی۔ موضوع تھا - "ایک ہی راستہ" میں نے ان بھاشنوں کو اُسی طرح حرف بحرف لکھنے کا جتن کیا جیسے "آنند گایتری کتھا" کو لکھنے کا کیا تھا۔ آج یہ "آنند کا امرت" آپ کے سامنے ہے۔ پوجیہ شری آنند سوامی جی مہاراج کی امرت بانی - اس میں جو کچھ اچھا ہے وہ پوجیہ سوامی جی کا ہے۔ اگر کہیں پر کوئی غلطی ہے تو وہ میری ہے۔ آنند کے امرت کو چکھتے وقت جو خوشی آپ کو ملیگی وہ میرے کارن نہیں۔ پوجیہ سوامی جی کتھا کرتے ہیں تو دل کھول کے رکھ دیتے ہیں۔ اُن کی آتما سے امرت کی ندی باہر آتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ ایک عجیب شانتی چھا جاتی ہے ہر دل کے اندر۔ ایک عجیب آنند پھیل جاتا ہے ہر طرف۔ اُسی آنند کو آپ محسوس کریں گے۔ اُس کیلئے پوجیہ سوامی جی کو دھنیہ واد دیجئے۔ اگر کہیں کوئی کمزوری ہے تو وہ میری وجہ سے ہے۔ اس کے لئے مجھے ایک تُچھ سیوک جان کے کشما کر دیجئے۔

رنبیر

ملاپ کاریالیہ نئی دہلی
شری کرشن جنم دن سمت ۲۰۱۳

پہلا دن

ओ३म् त्वं हि नः पिता वसो त्वं माता शतक्रतो बभूविथ ।
अधा ते सुम्नमीमहे ।

میری پیاری ماتاؤ — اور بہنو!

جیسا کہ ابھی آپ کو بتایا گیا ہے۔ جس بات کے متعلق مجھے کتھا کرنی ہے۔ وہ ہے "ایک ہی راستہ" آج پراتہ کال میں نے جب سماچار پتروں کو دیکھا۔ اور پھر شہر کی دیواروں کو دیکھا۔ تو وہاں کتنی ہی جگہوں پر لکھا پایا۔ "ایک ہی راستہ" میں نے سمجھا قرول باغ آریہ سماج نے بہت روپیہ پیسہ خرچ کر دیا۔ کتھا کا وشے بتانے کیلئے اتنے بڑے بڑے اشتہار لکھ کے لگوا دئے۔ لیکن بعد میں پتہ چلا۔ کہ وہ کتھا کا اشتہار نہیں کسی فلم کا نام ہے — "ایک ہی راستہ" — اس کا ذکر ان اشتہاروں میں ہے۔ اب ایک راستہ وہاں ہے ایک یہاں۔ کونسا راستہ درست ہے۔ یہ ہمیں دیکھنا ہے۔ لیکن وہاں اور یہاں کا فرق ہو تو ہو۔ راستہ تو ایک ہی ہے۔ دوسرا نہیں۔ اور یہ راستہ وہ ہے۔ جسے ہمارے دیش کی سرکار نے اپنا آدرش بنایا۔ جس کا ذکر وید۔ اپنشد اور برہمن کرتے ہیں۔ بھارت سرکار کا آدرش ہے۔

सत्यमेव जयते ।

ہمیشہ ستیہ کی جے ہوتی ہے۔ اور وید۔ اپنشد و برہمن کہتے ہیں:-

असतो मा सद् गमय
तमसो मा ज्योतिर्गमय
मृत्योर्मा अमृतं गमय ।

"جھوٹ سے سچ کی طرف لے چل ہمیں۔ اندھکار سے روشنی کی طرف لے چل۔ مرتیو نہ دے، امرت دے ہم کو — لیکن یہ مرتیو جس سے ہم بچنا چاہتے ہیں۔ کیا ہے؟ ہر چیز جو پیدا ہوتی ہے وہ مرتی ہے ضرور — اس کیلئے موت ہے نہیں۔ اس لئے اس موت کا جسے ہم موت کہتے ہیں۔ اس میں ذکر نہیں موت کا اصل مطلب ہے۔ دُکھ۔ کشٹ۔ کلیش۔ بیماری۔ غریبی۔ بھوک۔ وبھچار۔ دُراچار۔ اتیاچار۔ غلامی بزدلی۔ کمزوری۔ شکست۔ رشوت۔ بلیک مارکیٹ۔ اور اس قسم کی سب دوسری چیزیں — اور "امرت" کا

مطلب ہے وہ سبھی چیزیں جو اچھی ہیں۔ بھگت اچھی چیزوں کی اچھیا سے اور بُری چیزوں سے بچنے کے لئے
پرارتھنا کرتا ہے تو کہتا ہے — "مرتیو نہ دے ہمیں — امرت دے۔" اسی طرح اندھکار کی بجائے وہ جیوتی مانگتا
ہے۔ ابھی ہم یہاں آئے تو اندھیرا تھا۔ پتہ لگا۔ بجلی کا تار جل گیا ہے۔ سب لوگ چنتا میں تھے۔ تار لگ گیا —
روشنی آگئی۔ تو سب کے دلوں میں خوشی آگئی۔ جھوٹ بذات خود اندھکار بھی ہے موت بھی۔ سچائی روشنی بھی
ہے امرت بھی — اس کی اچھیا کرتے ہیں ہم — اس اچھیا کے پورا ہونے کا ایک ہی راستہ ہے۔ اس راستے کو
مجھے آپ کے سامنے رکھنا ہے۔ آنے والے سات دنوں میں بار بار آپ "ایک ہی راستہ" کا ذکر سنیں گے۔

دنیا آج وناش کی طرف جا رہی ہے۔ ایک سے ایک بڑھ کر ایسے ہتھیار بنتے ہیں۔ جو زیادہ سے زیادہ
وناش کر دیں۔ چلاتے ہوئے لوگ دوڑے جاتے ہیں۔ "بچاؤ۔ بچاؤ" دنیا کا ہر فلاسفر۔ مدبر۔ سیاستدان
دودان اور نیتا اس چنتا میں ہے۔ کہ دنیا کو وناش سے کیسے بچایا جائے۔ ہر حکومت۔ ہر طاقت کہتی ہے۔
امن چاہیے۔ شانتی چاہیے۔

دل ہی دل میں چاہے وہ اور یوجنائیں بناتے ہوں۔ باہر سے ہر آدمی امن کی بات کرتا ہے۔ وناش
سے بچانے کی چنتا کرتا ہے۔ ان کے باہر کچھ اور ہے اندر کچھ اور۔ اسی لئے وناش سے بچنے کی جتنی باتیں وہ کرتے ہیں۔
وناش کا اندھکار اتنا ہی نزدیک آجاتا ہے۔ ستیہ نہیں ہے ان کے بھیتر — اسی لئے جیوتی نہیں ہے۔ امرت
نہیں ہے۔ وید بھگوان صاف طور پر کہتے ہیں:۔

य आत्मदा बलदा यस्य विश्व उपासते प्रशिषं यस्य देवा: ।
यस्य छाया अमृतं यस्य मृत्यु: कस्मै देवाय हविषा विधेम ॥

جو آتما کو دینے والا۔ بل کو دینے والا پرم ستیہ ہے۔ جس کی چھایا امرت ہے جس کی اپاسنا کرنا ہی سب
سے بڑا کام ہے۔ اسی سے دنیا پرے ہٹ گئی ہے۔ اوشواس کی اگنی جل اٹھی ہے۔ جوالائیں دھدک رہی ہیں۔
کچھ پتہ نہیں کہ اس دھدکتے ہوئے۔ ابلتے ہوئے۔ اچھلتے ہوئے اگنی ساگر میں سارا سنسار کود پڑے
انسانیت جل جائے۔ مہاناش جاگ اٹھے — اس حالت کو دیکھ کر وہ لوگ چلا اٹھتے ہیں۔ جو جیوتی۔ امرت۔
اور ستیہ کو پیار کرتے ہیں۔ چلا کر وہ پوچھتے ہیں۔ کیا انسانیت کو بچانے کا کوئی طریقہ نہیں؟ — کیا نکل
گیا دیوالہ سنسار کے تدبر اور کلیان کا؟ ختم ہو گیا سب کچھ؟ کیا اب کوئی امید نہیں۔
اس حالت کو دیکھ کر ایک پرانی کتھا مجھے یاد آتی ہے۔ آیور وید شاستر کے مہان گرنتھ چرک
کو لکھنے والے مہرشی پنر دسو اپنے ١١٠٦ گرنتھ کو لکھنے کے بعد ایک جنگل میں چلے جا رہے تھے۔ گھنے جنگل

کی پگڈنڈی پر آگے وہ تھے پیچھے اُن کا شِشیہ اگنی ویش۔

یکایک مہرشی پنر وسُو کھڑے ہو گئے۔ آکاش کی طرف دیکھا انہوں نے۔ چاروں طرف دیکھا۔ ایک لمبا سانس لے کر بولے۔ مہاناش آنے والا ہے۔"

اگنی ویش نے پوچھا "کیسا مہاناش گوردیو!"

پنر وسُو بولے۔ "میں دیکھتا ہوں کہ جل بگڑ رہا ہے۔ پرتھوی بگڑ رہی ہے۔ وایو۔ تارے۔ آکاش۔ سورج اور چاند بگڑ رہے ہیں۔ ارے اناج اپنی شکتی چھوڑ دے گا۔ اوشدھیاں اپنا پربھاؤ چھوڑ دیں گی۔ پرتھوی پر ٹوٹے ہوئے تارے گریں گے۔ وناش کرنے والی آندھیاں چلیں گی۔ تباہی مچانے والے بھونچال جاگ اُٹھیں گے۔ بڑے بڑے بم گریں گے۔ مہاناش کا مہا تانڈو جاگ اُٹھے گا۔ انسان بچے گا نہیں۔ بچے گا نہیں۔"

یہ کتھا چرک کے ودمان ستھان کے تیسرے ادھیائے میں آتی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اگنی ویش نے جب یہ خوفناک بھوشیہ بانی سُنی تو ہاتھ جوڑ کر کہا "گوردیو! آپ یہ بڑے بھیت کرنے والی بھوشیہ گاتھا کیوں کہتے ہیں؟ سب روگوں کا مقابلہ کر سکے ایسا گرنتھ آپ نے لکھ دیا۔ دُنیا کے ہر روگ کا علاج لکھ دیا۔ پھر بھی یہ وناش آئے گا تو کیوں؟"

مہرشی پنر وسو نے کہا "اِس لئے آئے گا کہ لوگ دھرم کو چھوڑ کر اَدھرم کی طرف چل پڑیں گے۔ ستیہ کو چھوڑ کر استیہ کی طرف۔ ستیہ اور دھرم میں اُن کی رُچی نہ رہے گی۔"

اگنی ویش نے پوچھا "دھرم اور ستیہ کی طرف انسان کی رُچی نہ رہنے کا کارن کیا ہو گا گوردیو!"

گورُو بولے "بُدھی کا بگڑ جانا ہی اِس مہاناش کا کارن ہو گا۔ جب بُدھی بگڑ جاتی ہے۔ جب وہ ستیہ کو چھوڑ کر استیہ کی طرف بڑھتی ہے۔ تب دھرم میں رُچی نہیں رہتی۔"

یہ ہے اس آنے والے مہاناش کا کارن۔ چرک میں صرف روگ ہی نہیں بتائے گئے۔ ان کے علاج بھی بتائے گئے ہیں۔ اگنی ویش نے جب یہ پوچھا کہ مہاناش کے روگ کا کارن کیا ہو گا۔ تو مہرشی پنر وسُو نے صاف اور سیدھے شبدوں میں کارن بھی بتا دیا۔ روگ کو کوئی چاہتا نہیں۔ لیکن کارن پیدا ہو جائے تو روگ پیدا ہوتا ہے ضرور ـــ کیوں جی قرول باغ میں رہنے والو! کیا آپ میں سے کوئی چاہتا تھا کہ اسے یرقان کی بیماری ہو جائے؟ نہیں چاہتے تھے۔ اس کے باوجود جب کارن پیدا ہوا۔ تو یرقان ایک وبا کی طرح جاگ اٹھا۔ کتنے ہی گھروں میں ہاہا کار جاگ اُٹھا۔ بُدھی کے بگڑنے سے سب طرح کے وناش پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لئے چرک نے کہا ـــ

प्रज्ञापराधो मूलं सर्वरोगाणाम ।

بُدھی کا بگڑ جانا ہی سب لوگوں کا کارن ہے۔ لیکن بُدھی کے بگڑ جانے سے صرف جسمانی روگ پیدا نہیں ہوتے سماجی، سیاسی، آرتھک، رُوحانی۔ سبھی روگ پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ جب وناش کا وقت قریب آتا ہے۔ تب بُدھی اُلٹے راستے پر چلنے لگتی ہے۔

بھگوان کرشن نے بھی کہا۔

बुद्धिनाशात्प्रणश्यति ।

بُدھی کا ناش ہونے سے مہاناش جاگ اُٹھا ہے۔

مہابھارت کے ادیوگ پرب میں آتا ہے کہ جب دیوتا کسی کی رکھشا کرنا چاہتے ہیں۔ کسی کا ناش کرنا چاہتے ہیں تو کرتے کیا ہیں؟ صاف طور پر آتا ہے کہ جب وہ نشٹ کرنا چاہتے ہیں اسکے لئے زہر نہیں بھیجتے۔ تلواریں نہیں بناتے۔ کسی کو یہ نہیں کہتے کہ فلاں آدمی کو جا کر نشٹ کرآؤ۔ کیول ایک بات کرتے ہیں اور وہ یہ کہ اس کی بُدھی بگاڑ دیتے ہیں تب وہ خود ہی ایسے راستے پر چلتا ہے جو وناش کا راستہ ہے۔ اور جب وہ کسی کی رکھشا کرنا چاہتے ہیں تب اس کے لئے "باڈی گارڈ" نہیں بھیجتے۔ کسی کو یہ نہیں کہتے کہ جاؤ اس کی رکھشا کرو۔ بلکہ اس کی بُدھی کو ایسی پریرنا کرتے ہیں کہ وہ خود ہی رکھشا کے مارگ پر چلتا ہے۔ خود ہی اس کی رکھشا ہوتی ہے۔

چانکیہ نے بھی کہا ہے کہ ـــ اے بھگوان۔ اگر میرے بُرے کرموں کی وجہ سے میرا سب کچھ چھین جائے دھن، دولت، زمین، مکان، پریوار، سُکھ اور خوشحالی سب کا انت ہو جائے۔ تب بھی میرے جسم کا ایک ایک انگ چھین لے۔ ایک ایک انگ لے لے۔ صرف ایک چیز رہنے دے میرے پاس۔ میری بُدھی۔ میری عقل۔

اور وید بھگوان بھی یہی کہتا ہے۔ سام وید کے ۱۰۱ ویں منتر میں۔ بھگتی کا ورنن کیا ہے۔ پھر کیا ہے کہ بھگتی کرتے کرتے اس کے سپھل ہونے پر یا گ ابھیاس کے بعد۔ جب بھگوان سامنے آجائے تو اُس سے کیا مانگیں؟

قرول باغ کے کسی سجن کے سامنے بھگوان آجائیں اور کہیں مانگ کیا مانگتا ہے؟ تو وہ شاید کہے ـــ مکانوں کے کرائے کم ہو جائیں۔ گلیاں چوڑی ہو جائیں ـــ آٹا، بیں شاید کہیں کہ دو ٹپے سستے ہو جائیں۔ کالجوں اور سکولوں میں بچوں کی فیس کم ہو جائے ـــ لیکن سام وید کا یہ منتر کہتا ہے ـــ بے معنی ہیں یہ چیزیں۔ انہیں مانگنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ دھن۔ دولت۔ پریوار مانگنے کا فائدہ نہیں۔

تب کیا مانگو؟

यानो … मेधा आज्ञा … منتر پکار کے کہتا ہے

جب جیوتی جاگ اٹھے - اشٹانگ یوگ کی سات سیڑھیاں چڑھنے کے بعد۔ سات ماتراؤں کو پورا کرنے کے بعد۔ یم۔ نیم۔ پرتیاہار۔ پرانایام۔ دھارنا اور دھیان کے بعد جب سمادھی اوستھا میں پہنچ جاؤ۔ تب ایک مہان جیوتی پرگٹ ہوتی ہے۔ سات منزلوں کے بعد آخری منزل۔ سات سیڑھیوں کے بعد وہ من موہن محبوب۔ سامنے آکر وہ کہتا ہے۔ ارے۔ میں تو پرگٹ ہو گیا۔ تیرے سامنے آگیا۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ کیا چاہتا ہے تو؟ - اس وقت اپنے جیون کو سدھارنے کے لئے۔ لوک اور پرلوک کو سدھارنے کے لئے اس مہا جیوتی اور مہا شکتی سے "میدھا" کو مانگو۔ "میدھا" اس بدھی کو کہتے ہیں جو بھولتی نہیں۔ جس میں آئی ہوئی بات پھر کہیں جاتی نہیں۔

کئی لوگ اس بھولنے کے روگ سے چھٹکارا پانے کے لئے برہمی بوٹی کو استعمال کرتے ہیں۔ کئی لوگ سدھ مکردھوج کھاتے ہیں۔ کئی اور لوگ دوسری اوشدھیاں استعمال کرتے ہیں۔ ایک ماں کی بات مجھے یاد آتی ہے۔ میں اس کے گھر گیا تھا۔ بہت دکھی تھی وہ۔ پوچھا۔ کیوں دکھی ہے؟ - بولی:- مجھے کچھ بھی یاد نہیں رہتا۔ باہر سے اندر آتی ہوں کوئی چیز لینے کے لئے۔ اندر آتے آتے ہی بھول جاتا ہے کہ کیا لینے آئی تھی۔

اس منتر میں اس بدھی کو مانگنے کی بات کہی گئی ہے۔ جو بھولتی نہیں۔

دنیا میں مانگنے کی چیزیں تو بہت ہیں۔ دھن، دولت، جائداد، بیوی، بچے ..... میں ان کا مخالف نہیں ہوں۔ وید بھی ان کا ورودھی نہیں۔ لیکن یاد رکھو۔ اگر بدھی نہ ہو یہ سب چیزیں گڑھے میں گرا دینے والی ہیں۔ دھن مانگ لیا آپ نے۔ آپ نے مانگا تو ایشور دے گا ضرور۔ وہ تو دیالو ہے۔ مانگنے والا چاہیئے۔ وہ دیتا ہے ضرور۔ دھن مانگو گے تو دھن بھی دے گا اوشیہ۔ لیکن کیوں جی! اگر اس دھن کو حاصل کر کے آپ شراب پینے لگ جاؤ۔ دراچار اور وبھچار میں پھنس جاؤ تو پھر یہ دھن تمہارے لئے کلیان کا کارن ہو گا یا قیامت کا؟ اوپر لے جائے گا یا نیچے گرائے گا؟ - دھن نہ سہی بھگتی مانگ لی آپ نے۔ مل گئی بھگتی۔ اور آپ بیٹھ گئے کسی مندر میں۔ گھر کی سدھ نہ باہر کی۔ شریر کی ہوش نہ سنسار کی۔ ایسی بھگتی اوپر اٹھائے گی یا نیچے گرائے گی؟ - دھن اچھا ہے۔ بھگتی اچھی ہے۔ صحت اچھی ہے۔ سب کچھ اچھا ہے۔ لیکن تب تک جب تک وہ مریادا میں رہے۔

اور مریادا میں رکھنے کا یہ کام بدھی کرتی ہے۔ نہ ادھر نہ ادھر۔ بیچ سے ہو کر لے چلتی ہے وہ۔ ندیاں جب تک کناروں کی مریادا کے اندر بہتی ہیں تب تک ان سے کھیتیاں سرسبز ہوتی ہیں گاؤں اور نگر آباد ہوتے ہیں۔ خوشحالی جاگتی ہے۔ لیکن یہی ندیاں کناروں کو چھوڑ۔ مریادا کو توڑ سیلاب کا روپ دھارن کر جب گرج اٹھتی ہیں۔ تب سیلاب آتے ہیں۔ تباہی جاگ اٹھتی ہے۔ اس لئے ہمارے

شاستروں نے کہا -

अति सर्वत्र वर्जयेत् ।

یہ اتی نہ کرو - مریادہ کے اندر رہو - حد کے اندر رہو - دنیا میں جہاں جہاں مریادا ٹوٹتی ہے - وہاں وہاں تباہی اور وناش جاگتے ہیں - جس دیش میں مریادا نہ رہے وہ دیش نشٹ ہوتا ہے - جس سماج میں مریادہ نہ رہے وہ سماج تباہ ہوتا ہے -

اور یہ "مریادا" کیا ہے ؟

ایک نوجوان لڑکا ہے - ایک نوجوان لڑکی - دونوں ایکدوسرے کو چاہتے ہیں - لڑکے کے ماتا پتا لڑکی کے ماتا پتا سے ملتے ہیں - لڑکی کے ماتا پتا لڑکے کے ماتا پتا سے - سب کچھ دیکھ کر دونوں کی سگائی کر دیتے ہیں - شادی کا دن مقرر ہوتا ہے - بینڈ اور باجے بجتے ہیں - سجے ہوئے براتی آتے ہیں، پھولوں کی مالائیں پہنے ہوئے دولہا آتا ہے - لڑکی کے پتا کے گھر میں پہنچتے ہیں سب لوگ - لڑکی پشپ مالا سے لڑکے کا سواگت کرتی ہے - سُندر ویدی سجائی جاتی ہے - پوتر منتروں سے وواہ سنسکار کرایا جاتا ہے - دوسرے دن موٹر میں یا ڈولی میں بٹھا کر لڑکا اور لڑکی دونوں اپنے گھر کو چلے جاتے ہیں - سب طرف سے بدھائیاں ملتی ہیں - سب طرف سے آشیرباد ملتے ہیں - سکھ کی دُنیا آباد ہو جاتی ہے — یہ مریادا ہے -

لیکن یہی لڑکا اور لڑکی اگر مریادا کو بھول کر گھر سے بھاگ نکلیں - دہلی کے ریلوے سٹیشن سے گاڑی میں بیٹھ کر میرٹھ کی طرف چلدیں تو ہر طرف کہرام مچ جاتا ہے - پولیس دوڑتی ہے - گرفتار کر لیتی ہے انہیں - حوالات میں بند کر دیتی ہے - مقدمہ چلتا ہے - عزت خاک میں مل جاتی ہے سکھ نشٹ ہو جاتا ہے - دُکھ جاگ اُٹھتا ہے — اب باتیں تو دونوں ایک ہیں - ایک لڑکا لڑکی کو لے گیا ہے یا لڑکی لڑکے کو لے گئی ہے - لیکن پہلی حالت میں مریادا کے مطابق کام ہوا - اس لئے سکھ ہوتا ہے - دوسری حالت میں مریادا کو توڑ دیا گیا - اس لئے دُکھ ہوتا ہے -

اور اس "مریادا کو بنانے والی - قائم رکھنے والی بُدھی ہے - میدھا ہے - مریادا نہ رہے تو ملک نہیں رہتے - سماج سماج نہیں رہتا - انسان انسان نہیں رہتا - سب نشٹ ہوتے ہیں - تباہی کی طرف بھاگتے ہیں - اس لئے اس منتر میں میدھا کو مانگنے کے لئے کہا گیا - تاکہ مانگنے والے کا جیون کلیان سے پُورن ہو - اپنا کلیان کرنے والا ہو - دوسروں کا کلیان کرنے والا ہو -

ہر روز تو ہم مانگتے ہیں :-

यां मेधां देवगणाः पितरश्च उपासते ।
तया मामद्य मेधयाऽग्ने मेधाविनं कुरु ॥

جس میدھا کے لئے دیوتا لوگ ترستے ہیں۔ رکھشا کرنے والے اور ودوان لوگ جس کی کامنا کرتے ہیں۔ اس میدھا سے ہے اگنی دیو۔ ہمیں میدھا والا کرو۔ آج کرو۔

ایسے کتنے ہی منتر ویدبھگوان میں آتے ہیں۔ بار بار وہ کہتے ہیں۔ صبح کی کرنوں سے میدھا مانگ۔ دوپہر کے تپتے ہوئے سورج سے میدھا مانگ۔ شام کے ڈھلتے ہوئے آفتاب سے میدھا مانگ۔ رگوید میں یہ بات آتی ہے۔ اتھروید کے پانچویں کانڈ کا ایک سارا سوکت ہی میدھا کے لئے ہے۔ اگر میدھا نہ ہو تو امرت بھی زہر ہو جاتا ہے۔ سگے بھائی آپس میں لڑ پڑتے ہیں۔ دشمن مصیبت بن جاتا ہے۔ بدھی کے بنا دنیا میں کچھ بھی ہوتا نہیں۔ یہ بدھی بھی تین قسم کی ہے۔ بدھی۔ سبدھی اور کبدھی ۔۔ عقل، اچھی عقل اور بری عقل۔ لیکن جس عقل کی بات میں کہتا ہوں وہ سادھارن عقل یا بدھی نہیں۔ بدھی سے آگے چل کر میدھا آتی ہے۔ میدھا سے آگے پرگیا جسے پرتیبھا بھی کہتے ہیں۔ دنیا کے آ[illegible] ...رشیوں کے اندر یہ پرتیبھا نام کی بدھی ہی تھی جس نے لوک اور پرلوک کا گیان اُن کے سامنے رکھا۔ اس تین قسم کی بدھی کے علاوہ ایک چوتھی قسم بھی ہے جسے رتم بھرا کہتے ہیں۔ یہ بدھی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان سمادھی کی حالت میں پہنچ جاتا ہے۔ تب صرف اٹل سچائی دکھائی دیتی ہے۔ ایسی سچائی جو کبھی بدلتی نہیں۔ جسے رت کہتے ہیں۔

"ستیہ" اور "رت" میں بہت فرق ہے۔

آپ پوچھتے ہیں" گھڑی میں کیا بجا ؟" میں اُسے دیکھ کر کہتا ہوں ۔" ۹ بج کر ۴ منٹ ہوئے"۔ آدھے گھنٹے کے بعد آپ پھر پوچھتے ہیں " کیا بجا ؟" میں کہتا ہوں ۔" ۹ بج کر ۳۴ منٹ ہوئے" دونو بار جو کچھ میں نے کہا وہ ستیہ ہے ضرور۔ لیکن "رت" نہیں ہے۔

رت اُس سچائی کو کہتے ہیں۔ جو ہمیشہ ایک جیسی رہتی ہے۔ قانون قدرت کی طرح اٹل۔ اور نہ بدلنے والی۔ سورج روشنی دیتا ہے۔ یہ بات اس وقت بھی سچ تھی جب سورج پہلے پہل بنا۔ آج بھی سچ ہے۔ کروڑوں برس کے بعد بھی سچ ہوگی۔ سورج کے ختم ہو جانے پر جب نیا سورج بنے گا تب بھی سچ ہوگی۔ اگنی جلاتی ہے۔ یہ بات بھی ہمیشہ سچ رہی ہے۔ ہمیشہ سچ رہے گی۔ اس اٹل اور نہ بدلنے والی سچائی کا نام "رت" ہے۔ "رتم بھرا" بدھی جب جاگ اٹھتی ہے۔ تب ایسا

گیان ہمارے سامنے آتا ہے جو کبھی بدلتا نہیں۔ جو بنیادی اصلیت ہے۔ جو مہان ہے۔ جس سے بڑا اور کوئی گیان نہیں۔

لیکن یہ چاروں قسم کی بدھی حاصل کیسے ہوتی ہے؟ ۔ یہ بات ہے جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ جس کا آنے والے سات دنوں میں میں ذکر کروں گا۔ اور اس منتر کا ذکر کروں گا جسے ہم ہر روز پڑھتے ہیں۔ جسے کچھ لوگ گورو منتر کہتے ہیں۔ کچھ ساوتری منتر۔ کچھ گائیتری منتر۔ اور جسے میں مہا منتر کہتا ہوں۔ آئیے۔ سب مل کر اس منتر کا اُچارن کیجئے۔ بولیئے میرے ساتھ . . . .

[اور میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ آریہ سماج قرول باغ کا وہ وشال آنگن۔ آنگن کے ساتھ کا برآمدہ۔ پیچھے کا اونچا تھڑا۔ سب کے سب انسانوں سے اس طرح بھر گئے تھے۔ کہ کہیں تِل دھرنے کو بھی جگہ نہ تھی۔ سمادھی لگائے ہوئے لوگ جیسے دکھائی دیتے ہیں اس طرح وہ دکھائی دیتے تھے۔ بوڑھے جوان، بچے، عورتیں، بچیاں۔ سب پر جیسے جادو سا ہو گیا تھا۔ تبھی جیسے رُکا ہوا دریا بہتا ہے۔ جیسے ساون کے بادل گرج اٹھتے ہیں۔ جیسے سناٹے میں سنگیت جاگ اٹھتا ہے۔ اس طرح سب لوگ گائیتری منتر کا اُچارن کرنے لگے۔

ओ३म् भूर्भुवः स्वः तत्सवितुर्वरेण्यम् भर्गो देवस्य धीमहि ।
धियो यो नः प्रचोदयात् ।

آریہ سماج کا مندر۔ مندر کے اوپر کا آسمان۔ ساری فضا گونج اٹھی۔ اور پوجیہ سوامی جی کہتے رہے — . . . .]

دیکھو۔ اس مہا منتر میں مانگنے والا دھن اور دولت کو نہیں مانگتا۔ زمین اور مکان کو نہیں مانگتا۔ بیوی اور بچوں کو نہیں مانگتا۔ طاقت اور حکومت کو نہیں مانگتا۔ صرف ایک بات کہتا ہے وہ — مالک! میری بدھی کو پریرنا کر۔ اُسے اپنے مارگ پر لے چل :: اس منتر کا پورا ورنن آگے چل کے کروں گا۔ آج صرف یہی کہنا چاہتا ہوں کہ ٹھیک راستے پر چلتی ہوئی بدھی بہت بڑی چیز ہے۔ اس سے سب کچھ ملتا ہے۔ بگڑ جائے تو بہت تباہی کرتی ہے۔ سب کچھ نشٹ کر دیتی ہے۔

جہاں سُومتی وہاں سمپتی نانا
جہاں کومتی وہاں بپت ندانا

سے اپنا . . . بدھی بگڑ جائے تو سب کچھ بگڑ جاتا ہے . . . . اکثر

کے اس چھوٹے سے منتر میں جسے مہرشی دیانند نے "مہامنتر" کہا - صرف بُدھی کے لئے یاچنا کی گئی ہے ۲۴
اکشر کا یہ منتر ویسے بہت بڑا نہیں - سام وید میں ایسے ایسے منتر ہیں - جو دس دس لائن کے ہیں - تب
اس منتر کو مہرشی نے "مہامنتر" کہا تو کیوں ؟ اس کو اتنی عظمت ملی تو کس لئے ؟ اس کے ایک ایک شبد
میں مہانتا ہے - ایک ایک شبد کا رہسیہ میں آپ کو بتاؤں گا - سب سے پہلے اس کے پہلے شبد
" اوم " کی بات سنیئے -

یہ " اوم " تو گائیتری منتر سے بھی چھوٹا ہے - لیکن وید ، برہمن اور اُپنشد کہتے ہیں - یہ سب سے بڑا ہے
کیوں بڑا ہے یہ ؟ کونسی بات ہے اس میں ؟ — صرف تین اکشر کا منتر -

अ — उ — म्

تینوں سے مل کر بنا " اوم " جتنی مہما اس چھوٹے سے منتر کی ہے اُتنی میں نے اور کسی کی نہیں
دیکھی - وید بھی کہتا ہے - اس کا جاپ کرو -

वायुरनिलममृतमथेदं भस्मान्तं शरीरम् ।
ओ३म् क्रतो स्मर क्लिबे स्मर कृतं स्मर ।

جاپ کرو - نہ صرف جیون میں - بلکہ اس وقت بھی جب ہوا ، آگ اور نہ مرنے والے آتما سے بنا
یہ جسم بھسم ہونے والا ہو — جب کمزوری آجائے - جب جیون بھر کے کئے کام سامنے آکے کھڑے ہو
جائیں - اُس وقت بھی جاپ کرو - اُس " اوم " کا جاپ کرو - جو سنسار کو بنانے والا ہے -
لیکن آج کسی سے کہیئے کہ " اوم " کا جاپ کرو - تو وہ کہتا ہے — فرصت نہیں ملتی - اس کے
پاس گپیں مارنے کو وقت ہے - سینما دیکھنے کو وقت ہے - فضول باتیں کرنے کو وقت ہے -
" اوم " کا جاپ کرنے کے لئے وقت نہیں -
کچھ اور لوگ کہتے ہیں - "ہمیں تو ایشور کی ہستی پر ہی وشواس نہیں" - دراصل اُنہیں وشواس
ہوتا ہے لیکن جاپ کرنے میں جو تھوڑی سی محنت کرنی پڑتی ہے - اُس سے چھٹی پانے کے لئے وہ
" وشواس نہیں " کا بہانہ پیش کر دیتے ہیں - کچھ اور لوگ کہتے ہیں " جاپ کرنے کو جی تو چاہتا ہے - ایشور
میں وشواس بھی ہے - لیکن کیا کریں - من نہیں لگتا - بھاگ جاتا ہے بار بار - کچھ اور لوگ کہتے ہیں
" من بھی لگتا ہے کبھی کبھی - لیکن پھر طرح طرح کے خیال من میں آنے لگتے ہیں - من اُچٹ جاتا ہے "
لیکن دیکھو - گھبراؤ نہیں — کبھی کسی حلوائی کے پاس اُس وقت جاؤ جب وہ کھانڈ کی

چاشنی تیار کرتا ہے۔ ایک بڑے سے کڑاہے میں کھانڈ اور پانی آگ پر چڑھا دیتا ہے وہ۔ تھوڑی دیر میں کھانڈ ڈھلتی ہے۔ کڑاہے میں طوفان آنے لگتا ہے۔ تو حلوائی دودھ کا ایک یا آدھ گلاس اس میں ڈال دیتا ہے۔ کھانڈ کے اوپر میل آجاتی ہے۔ اُسے ہٹاتا ہے۔ پھر ابالتا ہے۔ پھر طوفان آتا ہے۔ پھر دودھ ڈالتا ہے وہ۔ پھر میل آتی ہے۔ پھر ہٹاتا ہے۔ ایسا بار بار کرتا ہے۔

دودھ تو شدھ اور صاف ہے۔ پھر یہ میل کہاں سے آتی ہے؟

حلوائی سے پوچھو۔ وہ بتائے گا یہ میل کھانڈ کے اندر تھی۔ بار بار دودھ ڈالنے سے وہ کٹتی ہے۔ تب تک دودھ ڈالنا پڑتا ہے۔ جب تک ساری میل کٹ نہ جائے۔ کھانڈ بھی دودھ کی طرح شدھ اور پوتر نہ بن جائے۔

یہی حال تو تمہارے من کا بھی ہے۔ من نہیں لگتا۔ اُچٹتا ہے۔ بھاگتا ہے تو گھبراؤ نہیں۔ طوفان اُٹھے گا ضرور۔ جب جب طوفان اُٹھے تب تب "اوم" کے جاپ کا دودھ ڈالتے جاؤ۔ میل کو کاٹتے جاؤ۔ دھیرے دھیرے وہ وقت آئے گا جب میل رہے گی نہیں۔ جب یہ من شدھ اور نرمل ہو جائے گا۔ میل سے گھبراؤ نہیں۔ جنم جنم کی میل ہے یہ۔ اسے باہر نکلنا ہے۔ ایک دن میں یہ نکلتی نہیں۔ لیکن آخر کار نکلتی ہے ضرور۔ آخر کار شدھ اور پوتر چاشنی تیار ہو جاتی ہے۔

اور جو لوگ کہتے ہیں کہ۔ ہمیں ایشور پر وشواس ہی نہیں انہیں کیسے سمجھاؤں؟

بادشاہ اکبر کی ایک بات سناتا ہوں۔ بیربل کا نام تو آپ جانتے ہیں۔ بہت ودوان برہمن تھے وہ۔ اکبر کے ساتھ رہتے تھے۔ خود ایشور کو یاد کرتے تھے۔ کئی بار بادشاہ کو بھی کہتے تھے "ایشور کو یاد کرو"۔ ایک دن بادشاہ نے کہا "اچھا بیربل۔ تم جو کہتے ہو کہ ایشور کو یاد کرو تو بتاؤ کہ ایشور کہاں رہتا ہے۔ کیسے اس کے درشن ہوتے ہیں۔ اور وہ کیا کرتا ہے؟"۔ ایک ساتھ تین سوال پوچھ لئے اس نے۔ تینوں بہت کٹھن۔ بیربل چنتا میں ڈوب گیا۔ بولا "سات دن کی مہلت دو۔ آپ کے سوالوں کے جواب ساتویں دن دوں گا"۔ لیکن جواب دینا کہاں آسان ہے۔ چھ دن گذر گئے۔ بیربل کو جواب نہیں ملا۔ ساتویں دن چنتا میں ڈوبا بیٹھا تھا وہ۔ تبھی اس کے ننھے بیٹے نے آکر کہا۔ "پتا جی! آپ چنتا میں کیوں ہیں؟"۔ بیربل نے کہا "بادشاہ نے تین سوال پوچھے ہیں۔ اُن کا جواب نہیں ملتا"۔ سوال بھی بتا دیئے اس کو۔ ننھا سا بالک بولا "واہ۔ اتنی سی بات کی چنتا ہے آپ کو۔ ان کے جواب تو میں بتا سکتا ہوں"۔ بیربل نے کہا "بتاؤ"۔ بیٹے نے کہا "آپ کو نہیں۔ بادشاہ کو بتاؤں گا۔ مجھے اُس کے پاس لے چلو"۔ بیربل بیٹے کو لے کر بادشاہ کے پاس پہنچا۔ بولا "حضور۔ آپ کے سوالوں

کا جواب یہ ننھا بالک دے گا؟" بادشاہ نے حیرت سے بچے کی طرف دیکھا۔ بولے۔ "اتنے کٹھن سوال۔ جواب دے گا یہ بالک"۔ پھر بولے۔ "اچھا بچے! بتاؤ ہمارے سوالوں کا جواب کیا ہے؟"۔ بچے نے کہا۔ بادشاہ! تم بھارت میں نئے نئے آئے ہو۔ بھارت کی سنسکرتی کو جانتے نہیں۔ بھارت کی سنسکرتی یہ ہے کہ جب کوئی آدمی ملنے کے لئے آئے تو پہلے اُسے کھلا پلا کر اُس کا ستکار کرو۔ بعد میں اس سے بات کرو۔ یہ ایک دم سے جواب پوچھنے کا رواج بھارت کا رواج نہیں ہے"۔ بادشاہ نے جھینپ کر کہا۔ "اچھا بولو تم کیا کھاؤ گے؟"۔ بچے نے کہا۔ "میں تو چھوٹا سا بالک ہوں۔ مجھے دُودھ ہی اچھا لگتا ہے"۔ بادشاہ نے کٹورے میں دُودھ منگایا۔ آگیا دُودھ۔ بچے کو دے کر کہا۔ "پیو بچے!"۔ بالک نے کٹورے کو لے کر اُس کے اندر جھانکا۔ اِدھر اُدھر سے اس کو دیکھا۔ پھر انگلی ڈال کر اس میں سے کوئی چیز تلاش کرنے لگا بادشاہ نے کہا۔ "یہ کیا کرتے ہو بالک۔ دُودھ کو پیتے کیوں نہیں؟"۔ بچے نے کہا۔ "بادشاہ۔ میں نے سُنا ہے کہ دُودھ میں مکھن ہوتا ہے۔ لیکن اِس دُودھ میں تو مکھن کہیں دِکھائی نہیں دیتا"۔ بادشاہ نے ہنس کر کہا۔ "تم ابھی بچے ہی ہو۔ ارے مکھن اس کے اندر ہے ضرور۔ اسے دیکھنا ہو تو دودھ کو دہی ڈال کر جمانا پڑتا ہے۔ دہی بن جائے تو اسے برتن میں ڈال کر متھنی سے متھنا پڑتا ہے۔ بلونا پڑتا ہے۔ خوب زور سے بلویا جاتا ہے جب۔ تب مکھن اُوپر آجاتا ہے"۔

بچے نے کہا۔ "سُنو بادشاہ! یہ تمہارے پہلے دو سوالوں کا جواب یہی ہے۔ ایشور ہے سب جگہ۔ اس سنسار کے ذرّے ذرّے میں رہتا ہے وہ۔ لیکن اس کے درشن ہوتے ہیں اس وقت جب من کو اوم کے جاپ کا دہی ڈال کر جمایا جاتا ہے۔ پھر دھارنا، دھیان اور سمادھی کی متھنی سے بلویا جاتا ہے۔ تب بھگت اپنے ہردے میں بیٹھے بھگوان کو اپنے سامنے دیکھتا ہے۔ صاف طور پر دیکھتا ہے۔ تب بھگوان کے درشن ہوتے ہیں۔ یقینی طور پر ہوتے ہیں"۔

بادشاہ نے کہا۔ "واہ رے بالک۔ میرے دونوں سوالوں کا جواب دے دیا تم نے۔ میرا شک دُور ہو گیا۔ اب بتاؤ یہ ایشور کرتا کیا ہے؟"

بچے نے کہا۔ "یہ بات گورو بن کر پوچھتے ہو۔ یا شاگرد بن کر۔"

بادشاہ نے کہا۔ "گورو بن کر کوئی پوچھتا نہیں۔ میں شاگرد بن کر پوچھتا ہوں"۔

بچے نے کہا۔ "عجیب شاگرد ہو تم۔ گورو نیچے زمین پر کھڑا ہے۔ تم اوپر تخت پر براجمان ہو"۔

بادشاہ شرمندہ ہو کر جلدی سے نیچے اُتر آیا۔ بچے کو تخت پر بٹھا دیا۔ ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "اب بتاؤ۔ ایشور کیا کرتا ہے؟"

بچے نے ہنس کر کہا: "یہی کرتا ہے۔ اوپر والے کو نیچے۔ نیچے والے کو اوپر۔"

اور یہ کھیل کیا ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ میں نے بڑے بڑے نوابوں اور مہاراجاؤں کو بمبئی کی گلیوں میں خاک چھانتے ہوئے دیکھا ہے۔ ان لوگوں کو جو چند برس پہلے جیلوں کے قیدی تھے تاج و تخت کو سنبھالتے۔ ملک پر حکومت کرتے بھی دیکھا ہے۔ اس بھگوان کی مہما مہان ہے۔ کون اس کا ورنن کر سکتا ہے۔ جب سب لوگ چھوڑ جاتے ہیں۔ جب سبھی امیدیں ختم ہو جاتی ہیں تب بھی وہ انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ تب بھی اس کی رکھشا کرتا ہے۔

پچھلے سال الموڑہ کے راستے کیلاش گیا میں۔ الموڑہ سے اڑھائی سو میل کے فاصلہ پر ہے کیلاش۔ پانچ سو میل پیدل چلا میں۔ تب دیکھا کہ سب جگہ بھگوان ہی سہایتا کرتے ہیں۔ دس ساتھی تھے میری یاترا میں۔ ۹ بنگالی سادھو۔ ایک مدراسی۔ بھارت کی سرحد پر آخری پڑاؤ ہے۔ گربیانگ۔ وہاں سے ہم نے گائیڈ لیا۔ روٹی پکانے کے برتن لئے۔ کھانے کا سامان لیا۔ خیمے لئے۔ اور اب چلی یہ پارٹی تبت کی سرحد کو پار کر کے۔ لیپو لیک گھاٹی میں پہنچ گئی۔ جو ۱۶،۵۰۰ فٹ اونچی ہے۔ برف سے لدی ہوئی۔ ہر طرف برف ہی برف دکھائی دیتی ہے وہاں۔ اس گھاٹی کو گذر کر ہم آگے بڑھے۔ مانسرور پہنچ گئے۔ میں ہوں خوشحال۔ ہر وقت ہنستا رہتا ہوں۔ لوگوں کو ہنساتا رہتا ہوں۔ سب کی سیوا بھی کرتا ہوں۔ میرے اس سبھاؤ اور سیوا کو دیکھ کر وہ دس کے دس ساتھی بولے: "آنند سوامی! ہم تو ہمیشہ تیرے ہی ساتھ رہیں گے۔"

پندرہ ہزار فٹ کی اونچائی پر ہے مانسرور۔ ۴۵ میل اس کا گھیرا ہے۔ پرکرتی کا حسن وہاں کھیلتا ہے۔ ناچتا ہے۔ شیتل نیلا جل وہاں جیسے دعوت دیتا ہے: "آؤ۔ میری گود میں آؤ۔"

میں نے اپنے بنگالی ساتھیوں سے کہا: "آؤ۔ اس میں اشنان کریں۔"

وہ بولے: "نہیں۔ آنند سوامی۔ پہلے تو نہا۔"

میں نے انہیں اپنے گاؤں کی ایک بات سنائی۔ بتایا کہ پنجاب کے دیہات میں ہر گاؤں کے نزدیک چھوٹا یا بڑا ایک جوہڑ ہوتا ہے۔ بس میں لوگ نہاتے ہیں۔ ایک دن صبح کے وقت سردی بہت تھی۔ تیز برساتی ہوا چل رہی تھی۔ ایک پنڈت جی اپنے گھر سے اشنان کرنے کو چلے گئے۔ راستے میں ہوا سے ٹھٹھر گئے۔ جوہڑ پر پہنچے تو یہ دیکھنے کے لئے کہ پانی کتنا ٹھنڈا ہے۔ پاؤں کے اگلے حصے کو جسے پنجابی بھاشا میں "پب" کہتے ہیں۔ پانی میں ڈالا۔ پانی تھا ٹھنڈا۔ برف کے جیسا۔ جلدی سے پاؤں کو باہر نکال کر بولے: "پب اشنان۔ سب اشنان۔" یعنی پاؤں نے نہا لیا تو سارے شریر نے نہا لیا۔ جوتا پہن کر واپس آ گئے۔ آ رہے تھے تو آگے سے ایک اور پنڈت جی ملے۔ وہ بھی نہانے جا رہے تھے

انہوں نے کہا۔ کیوں جانی۔ نہا آئے؟۔ پہلے پنڈت نے کہا ”ب اشنان۔ سب اشنان“
دوسرے پنڈت نے کہا۔ ”تجھ اشنان تو مجھ اشنان“ یعنی تو نے نہالیا تو مَیں نے بھی نہالیا۔ اور
یہ کہکر واپس چل پڑا۔

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ تم بھی کیا ایسا ہی اشنان کرد سے؟

اور گوری کنڈ میں پہنچے تو وہاں اور بھی سردی تھی۔ مَیں ہُوں سخت جان۔ اٹھارہ ہزار فٹ
اُونچا گوری کنڈ۔ مَیں نے برف کے تودوں کو اِدھر اُدھر ہٹایا۔ ایک کمنڈل بھر کر جسم پر ڈالا۔ سُن
ہو گیا سارا شریر۔ دوسرا کمنڈل ڈالنے کی ہمت نہیں پڑی۔

میرے ساتھیوں نے کہا۔ تُو دوسرا کمنڈل نہیں ڈالتا۔ ہم پہلا بھی نہیں ڈالیں گے۔

اس طرح ہنس ہنس کر ہم یاترا کرتے رہے۔ گیارہ ساتھی جو مجھے چھوڑنے کا نام نہیں لیتے
تھے۔ لیکن واپس آتی بار۔ پیٹو لیک گھاٹی میں مَیں جو برف پر پھسلا تو بہت دُور تک پھسلتا چلا گیا
برف کے ایک تودے نے روک لیا مجھے۔ نہیں تو آج قرول باغ آنا نہ پڑتا۔ افریقہ کے نگروں اور
جنگلوں میں بھی جانا نہ پڑتا۔ وہیں شانتی ہو جاتی ہمیشہ کے لئے۔ برف نے گرایا مجھے۔ برف نے
ہی بچایا۔ لیکن اٹھنے کی کوشش کی تو دیکھا کہ ایک پاؤں ٹوٹ گیا ہے۔ اُٹھ بھی نہیں سکتا۔
جتن کر کے اُٹھا۔ دِل میں کہا ”چل آنند سوامی!۔ ایک پاؤں ٹوٹ گیا تو کیا ہُوا۔ دوسرا
تو ہے۔ چل نہیں سکتا۔ بیٹھ تو جا۔“ گائیڈ کو بلایا۔ اُس سے کہا ”مجھ سے چلا نہیں جاتا۔“ گائیڈ نے
کہا۔ آپ یہیں بیٹھیئے۔ مَیں گربیانگ سے جھبو لے کر آتا ہُوں۔

جھبو بیل جیسے اس جانور کو کہتے ہیں جس پر بیٹھ کر تبت میں سفر کیا جاتا ہے۔

گھنٹوں گذر گئے۔ برف میں بیٹھے بیٹھے۔ تب جھبو آیا۔ اُس پر بیٹھ کر میں گربیانگ پہنچا
وہاں پہنچ کر دیکھا کہ میرے دس ساتھیوں میں سے چھ گربیانگ چھوڑ کر آگے چلے گئے ہیں۔
آنند سوامی مر گیا یا زندہ ہے یہ دیکھنے کی بھی انہوں نے کوشش نہیں کی۔ دوسرے دن باقی
چار ساتھی بھی چلے گئے۔ ایک زخمی فقیر کے لئے وہ رک نہیں سکتے تھے۔ رُکے نہیں۔ کہتے تھے
ہمیشہ تیرے ساتھ رہیں گے۔ ایک دِن بھی ساتھ نہیں رہ سکے۔

گربیانگ میں پڑے پڑے مجھے تین دِن بیت گئے۔

گائیڈ کیج کھما نے کہا ”سوامی کب تک یہاں پڑے رہو گے۔ راستے بند ہوئے جاتے
ہیں۔ تھوڑے دِنوں میں برف پڑنے لگے گی۔ پھر واپس جانے کا کوئی راستہ نہیں رہے گا

ایک ڈانڈی کرلو۔ اس میں سوار ہوکر چلے جاؤ۔"

اس کے کہنے پر ڈیڑھ سو روپیہ میں ایک ڈانڈی کی۔ اس پر بیٹھا۔ آٹھ مزدوروں نے ڈانڈی کو اٹھایا۔ جنگل میں پہنچے ہم لوگ۔ شام ہوگئی تھی۔ آگے کالی ندی تھی۔ جنگل میں بار بار شیر گرج اُٹھتے تھے۔ مزدوروں نے کہا۔ اس وقت ہم آگے نہیں جائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "مت جاؤ۔"

انہوں نے لکڑیاں اکٹھی کرکے میرے پاس ہی آگ جلادی۔ تاکہ جنگلی جانور نزدیک نہ آئیں۔ وہ بھی سوگئے۔ میں بھی سوگیا۔ صبح اٹھ کر دیکھا کہ آٹھ کے آٹھ مزدور پتہ نہیں کہاں چلے گئے ہیں۔ اپنی ڈانڈی بھی چھوڑ گئے ہیں۔ میں نے سمجھا۔ کہیں اِدھر اُدھر گئے ہوں گے۔ ابھی آجائیں گے۔ لیکن دیر ہوگئی۔ وہ نہیں آئے۔ دوپہر ہوگئی نہیں آئے۔ تب میں نے سمجھا کہ وہ ڈر کر بھاگ گئے ہیں۔ اور اس بیابان جنگل میں میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ اکیلا اور اس حالت میں کہ ایک قدم بھی چل نہیں سکتا۔ کمنڈل کو دیکھا وہ آدھا پانی سے بھرا تھا۔ اور ندی تھی وہاں سے آدھا میل دور۔ نیچے۔ بیگ میں دیکھا۔ اس میں صرف چھ بسکٹ تھے۔ تھوڑا سا پانی پیا۔ دو بسکٹ کھا کے میں پڑا رہا۔ ایک دن گذر گیا۔ دوسرا دن بھی۔ تیسرا دن بھی جنگلی جانور نزدیک آکر پرے چلے جاتے تھے۔ بسکٹ ختم ہوگئے۔ پانی بھی۔ اب صرف جیون کو ختم ہونا باقی تھا۔ کہ تیسرے دن کی شام کو چھ قلی کالی ندی کو پار کرکے وہاں آگئے۔ مجھے دیکھ کر حیرت سے بولے۔ "تم کون ہو۔ کیسے یہاں پڑے ہو؟" میں نے انہیں ساری کہانی سُنائی۔ وہ بولے۔ ابھی تو ہم گربیانگ جارہے ہیں۔ تین دن کے بعد آئیں گے۔ تمہیں کالی ندی کے پار الموڑہ لے چلیں گے۔"

تین دن کی روٹیاں بناکر وہ مجھے دے گئے۔ تین دن کے لئے پانی بھر کر بھی دے گئے۔ اُس ویران بیابان جنگل میں کس نے بھیج دیا ان کو؟ میں نے ان سے پُوچھا۔ وہ ان کا عام راستہ نہیں تھا۔ کالی ندی کے جس گھاٹ سے وہ عموماً آتے تھے وہ بارش کے کارن ٹوٹ گیا تھا۔ مجبور ہوکر انہیں اس راستے سے آنا پڑا۔ کس نے توڑ دیا وہ گھاٹ۔ کس نے پہنچادیا انہیں میرے پاس۔ پربھو کے سوائے کون اُس وقت میرے ساتھ تھا؟ ساتھی چھیم گئے تھے۔ ڈیڑھ سو روپیہ لینے والے مزدور بھاگ گئے تھے۔ لیکن آنند سوامی کا وہ مہمان پربھو تو کبھی کہیں جاتا نہیں۔ اُس نے چھ آدمیوں کو ٹھیک اُسدن میرے پاس بھیجدیا۔ جب سب کچھ ختم ہوگیا تھا۔

چھ دن اس جنگل میں بیٹھا رہا ہیں۔ پاؤں ہٹتا نہیں تھا۔ چھٹے دن وہ قلی آئے۔ سہارا دے کر مجھے اپنے ساتھ لے چلے۔ ان کی اطلاع درست تھی۔ کالی ندی کے اُس پار پہاڑ ٹوٹ گیا تھا، رستہ ٹوٹ گیا تھا۔ اوپر جانے کا کوئی طریقہ نہ تھا۔ تبھی ایک قلی نے کہا۔ "ایک راستہ ہے۔ ہم لوگ دوسرے راستے سے اوپر جائیں گے۔ اوپر سے رسّہ نیچے لٹکا دیں گے۔ تم اپنے آپ کو رسّے کے ساتھ باندھ لینا۔ ہم تمہیں اُوپر کھینچ لیں گے۔" ایسا ہی کیا اُنہوں نے۔ جیسے کنوئیں سے کوئی بالٹی کھینچتا ہے اس طرح کھینچا انہوں نے مجھے۔ لیکن کنوئیں کی دیوار تو ہوتی ہے سیدھی۔ وہ تھا پہاڑ۔ کبھی کوئی چٹان اِدھر آ کر لگتی۔ کبھی اُدھر۔ بچتا بچاتا پہنچ گیا میں اُوپر۔ لیکن تھوڑی ہی دُور جانے پر پتہ لگا کہ آگے ایک اور پہاڑ ٹوٹا پڑا ہے۔ سڑک بہہ کر کھائی میں چلی گئی ہے۔ صرف آدھا فٹ چوڑا ایک راستہ ہے اس پر سے ہو کر دو فرلانگ جانا پڑے گا۔ پہلے وہ قلی مجھے سہارا دے کر چلتے تھے۔ ایک اِدھر ایک اُدھر۔ اس جگہ مجھے سہارا کون دیتا۔ وہاں تو ایک آدمی کے پاؤں رکھنے کی جگہ بھی نہ تھی۔ میں نے سوچا "اب بچوں گا نہیں۔" بیگ سے ایک کاغذ نکالا۔ اس پر لکھا۔ میری ساری جائداد وہی ہے جو اس بیگ اور بستر ے میں ہے۔ اگر میں مر جاؤں تو میری وصیت یہ ہے کہ بیگ اور بستر ے کا سامان یہ قلی لوگ آپس میں بانٹ لیں۔ اور دلی میں شری دھریندر شاستری کو اور پرلاپ والوں کو اطلاع دیدیں کہ آنند سوامی مر گیا ہے۔

یہ وصیت لکھ کر میں پرارتھنا کرنے کے لئے بیٹھا۔ اور پھر اکیلا ہی چل پڑا۔ بنا سہارے کے۔ دیکھنے والے حیران ہوئے۔ میں بھی حیران ہوا۔ دو فرلانگ کا وہ راستہ بنا کسی سہارے کے میں نے اس طرح پار کر لیا جیسے وہ ایک قدم کا راستہ ہو۔ کون اس وقت میرے ساتھ تھا؟ ساتھی چلے گئے۔ روپیہ لینے والے مزدور چلے گئے۔ ترس کھانے والے قلی بھی ساتھ نہیں دے سکتے۔ پاؤں چلتا نہیں۔ پھر کس نے اُس لمبے اور تنگ راستے پر میری رکھشا کی۔ جس کے دونوں طرف گہری کھائیاں تھیں۔

سُنو سُنو اے دُنیا والو۔ اے بھگوان کو نہ ماننے والو!۔ اُس کے سوائے اور کوئی مدد نہیں کرتا۔ وہ ہر جگہ مدد کرتا ہے۔ جب سب لوگ چھوڑ جاتے ہیں۔ تب وہی آ کر سہارا دیتا ہے۔ جو اس پر وشواس کرتا ہے اُس کا بیڑا پار ہوتا ہے ضرور۔

لیکن میں تو اوم کی بات کہنا چاہتا تھا آپ سے۔ اب وقت ہو گیا۔ اس لئے یہ بات پھر کہوں گا۔

اوم۔ تت۔ ست

دُوسرا دِن

میری پیاری ماتاؤ تتھا سجنو!

"اوم" کی بات کہہ رہا تھا میں آپ سے۔ یہ بھی کہہ رہا تھا کہ بُدھی کے سنورنے سے سب کچھ سنورتا ہے۔ بُدھی کے بگڑنے سے سب کچھ بگڑ جاتا ہے۔ تین قسم کی بُدھی کا ذکر کیا میں نے۔ بُدھی، سُبدھی اور کُبدھی۔ پھر یہ بھی کہا کہ بُدھی سے اوپر میدھا ہے۔ ایسی بدھی ہے وہ جو دھارن کرتی ہے۔ مریادا بتلاتی ہے۔ مریادا میں رکھتی ہے۔ پکار کے کہتی ہے دھن کماؤ ضرور لیکن اس پر سانپ بن کے نہیں بیٹھ جاؤ۔ خود خرچو اُسے۔ دوسروں کو دان دو۔ دیکھو تمہارے نزدیک کوئی بھوکا تو نہیں مر رہا۔ اگر ایسی بات ہے تو تمہارا دھن کمانا بے سود بے مطلب۔ دان کردو اُسے۔ دیدو اُن کو جو اس کے بغیر زندگی سے محروم ہوئے جاتے ہیں۔ ہاں۔ دان دے دو لیکن وہ بھی مریادا سے۔ اس طرح نہیں کہ تم خود ہی بھوک مر جاؤ۔ کسی بھی طرف "اتی" نہ کرو۔

اتی بھلا نہ بولنا۔ اتی بھلی نہ چُپ۔
اتی بھلا نہ برسنا۔ اتی بھلی نہ دُھپ

ہر چیز مریادہ میں اچھی لگتی ہے۔ مریادا میں رہے تو سکھ دیتی ہے۔ مریادا کو سکھانے والی بدھی کا نام ہے میدھا۔ اس کے بعد ایک اور بدھی ہے۔ جسے پرگیا کہتے ہیں۔ یم، نیم، آسن، پرانایام، پرتیاہار دھارنا اور دھیان سے اُوپر جا کر یہ "پرگیا" نام کی بدھی پیدا ہوتی ہے۔ اس سے بھی اُوپر ہے "پرتیبھا" جس کے حاصل ہوتے ہی انتر آتما میں روشنی جاگ اُٹھتی ہے۔ آتما کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ آتما کی آواز سنائی دینے لگتی ہے۔ اس سے بھی اوپر ہے وہ بُدھی جسے "رتم بھرا" کہتے ہیں۔ جو صرف اس سچائی کو دیکھتی ہے جو ہمیشہ رہی ہے۔ ہمیشہ رہتی ہے۔ ہمیشہ رہے گی۔ راجس اور تامس دونوں گُن جب پرے ہٹ جاتے ہیں۔ صرف ساتوک گُن جب باقی رہ جاتا ہے۔ تب یہ رتم بھرا بدھی جاگ اٹھتی ہے

اور میدھا سے رتم بھرا تک لے جانے والی شکتی کہاں سے ملتی ہے؟ یہ بھی سنیئے۔ دھرُو کی کتھا تو آپ جانتے ہیں۔ چھوٹا سا وہ بالک ایک آسن میں بیٹھ کر گھور تپ کر رہا تھا۔ ہر طرح کے موہ کو تیاگ کر بھگتی میں محو ہو کر دنیا کو بھول کر بھگوان کو یاد کر رہا تھا۔ تبھی بھگوان جاگتی جیتی بن کر اُس کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ بولے: اے او ننھے بھگت بول کیا چاہتا ہے تو۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ میں آگیا ہوں۔

دھرو نے کہا "میں بیوپاری نہیں ۔ سب کچھ دے کر کچھ لینے کو نہیں آیا ۔ میں صرف بھگتی کے لئے بھگتی کرتا ہوں ۔ میں تم سے تم کو مانگتا ہوں "

یہ ہے "میدھا" سے "رتم بھرا" تک پہنچنے کا طریقہ ۔ پورن شردھا ۔ اٹل وشواس اور سچے گیان کے ساتھ ایشور بھگتی ۔ اور اس ایشور بھگتی کا سب سے سیدھا ، سب سے سرل اور سب سے مہان مارگ ہے ۔ "اوم"

اِس منتر کو ہمارے رشیوں نے آریہ جیون میں "ادت پروت" کر دیا ہے ۔ بچے کا جنم ہو تو حکم ہے کہ سونے کی سلائی پر شہد لگا کر اُس کی زبان پر "اوم" لکھو ۔ اُس کے کان میں "اوم" کہو ۔ تاکہ اُسے معلوم ہو کہ وہ ایشور ہی اُس کا رکھشک ہے ۔ اُس پر اُسے جیون بھر بھروسہ کرنا ہے ۔ موت کے وقت کے لئے انہوں نے کہا ۔ "اوم کا اُچارن کرو ۔ اوم کا اُچارن کرتا ہوا جو آدمی مرتا ہے ۔ وہ سیدھا سورج لوک میں جاتا ہے جو نہیں کرتا وہ نیچے کے لوکوں کی طرف گرنے لگتا ہے ۔" چھاندوگیہ اُپنشد کے پہلے پرپاٹھک میں یہ بات آتی ہے ۔ اور یہ بات سو فیصدی دُرست ہے ۔ آتما کا نواس سوکھشم شریر میں ہے ۔ جو دونوں چھاتیوں کے درمیان دِل کے نزدیک رہتا ہے ۔ اِنسان کے اندر جیسے دِل ہے ۔ سارے جیون کا مرکز اسی طرح اس دُنیا میں یہ سُورج ہے ۔ سُورج سے نیلی پیلی ہری اور لال وغیرہ رنگوں کی کرنیں نکل کر اس سنسار کو جیون دیتی ہیں ۔ دِل سے نیلی پیلی لال اور ہری ناڑیاں نکل کر سارے جسم میں پہنچتی ہیں ۔ سارے جسم کو جیون دیتی ہیں ۔ انسان کے اندر دِل ختم ہو جائے ۔ اُسے نقصان پہنچے تو سارا جسم ختم ہو جاتا ہے ۔ موت آجاتی ہے ۔ دُنیا میں اگر سُورج نہ رہے تو دُنیا مر جاتی ہے ۔ سُورج ور دل دونوں میں گہرا تعلق ہے ۔ اپنی اپنی جگہ پر دونوں مرکز ہیں ۔ دونوں سے کرنیں نکلتی ہیں اِن کرنوں کی وجہ سے دونوں کے درمیان ایک صاف سیدھی پکی سڑک بن گئی ہے ۔ جن لوگوں کے دل کی گتی اُس وقت بند ہوتی ہے جب وہ "اوم" کا جاپ کر رہے ہیں ، اس کا دھیان کر رہے ہیں ۔ اور اُس کا اُچارن کر رہے ہوں ۔ اُن کا سوکھشم شریر بنا کسی کشٹ کے اس صاف سیدھی اور پکی سڑک پر آگے بڑھتا ہے ۔ لیکن آخری وقت میں "اوم" کا جاپ ہر آدمی تو نہیں کر سکتا ۔ صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے جیون بھر اُس کا جاپ کیا ہو ۔ جیون بھر اس کی سادھنا کی ہو ۔ ایسے لوگوں کے لئے یہ "گرینڈ ٹرنک" آخری وقت میں اپنے دروازے کھول دیتی ہے ۔ بازو پھیلا کر کہتی ہے "آؤ ۔ میں تمہیں وہاں لے چلوں جہاں پرم جیوتی ہے ۔"

چھاندوگیہ اُپنشد کے رشی نے یہ بھی بتایا کہ "اوم" کی اُپاسنا کرنے والے انسان کی شکتی

کس طرح بڑھتی ہے۔ کہاں تک بڑھتی ہے اور کس طرح اثر کرتی ہے۔ رشی نے کہا۔ جیسے کٹھور پتھر کے ساتھ لوہے جیسی چٹان کے ساتھ ٹکرا کر مٹی کا ڈھیلا چکنا چور ہو جاتا ہے۔ ویسے ہی وہ آدمی نشٹ ہو جاتا ہے۔ جو اوم کی اُپاسنا کرنے والے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔"

اُپاسنا کرنے والے کے لئے کتنی بڑی بات ہے یہ۔ وہ خود کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ خود کسی کے لئے بُرا نہیں سوچتا۔ لیکن اس مہامنتر کی اننت شکتی اُس پاپی کو تحس نحس کر کے رکھ دیتی ہے جو اوم کے بھگت کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ رکھشا کرنے والی پرم شکتی کے پریمی کو نقصان پہنچا سکے یہ مہان شکتی اُس کو چکنا چُور کر کے رکھ دیتی ہے۔

"رگوید آدی بھاشیہ بھُومکا" کے اُپاسنا کانڈ میں مہرشی دیانند نے بھی بتایا کہ ایشور کی بھگتی۔ ایشور کی اُپاسنا کیسے کریں؟ کیا کسی گھنے بھیانک جنگل میں چلے جائیں۔ گھر بار چھوڑ دیں؟ کسی خاص درخت یا خاص ندی کی شرن لیں؟ کیا ایسا کرنے کے بغیر بھگتی نہیں ہو سکتی؟ مہرشی کہتے ہیں — اے بھولے انسان ہو سکتی ہے۔" اُن کے شبد ہیں....

"جو ایشور کا اوم نام ہے۔ وہ پِتا پُتر کے سمبندھ کی طرح ہے۔ اور یہ نام ایشور کو چھوڑ کر اور کسی ارتھ کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا۔ ایشور کے جتنے نام ہیں اُن سب میں سے اومکار سب سے اُتم نام ہے۔"

کتنی مہما ہے اوم کے نام کی اور جب برہمن گرنتھوں کو دیکھیں۔ گوپتھ برہمن کو شت پتھ برہمن کو اور دُوسرے برہمن گرنتھوں کو تو معلوم ہوتا ہے کہ اوم کا نام ہی آتما کا سب سے بڑا دارُو، سب سے بڑا علاج ہے۔ روگی ہے نا آتما؟ — جنم جنم کی مَیل جم گئی ہے اس کے اُوپر۔ جنم جنم کے پاپ تاپ اور کشٹ دینے والے سنسکار جمع ہو گئے ہیں اُس کے اُوپر۔ اس مَیل کو، اِن بیماریوں کو دُور کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

شت پتھ برہمن کہتا ہے — "آتما کا علاج اور آتما کا موکش بھی اوم ہی ہے۔" عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے یہ — لیکن وچار کر کے دیکھئے یہ کتنی سچ ہے۔ بندھنوں میں پھنس گیا ہے آتما۔ ان سے رہا ہونا چاہتا ہے۔ کیسے رہا ہو گا؟ — بڑی بڑی دیواریں کھڑی ہو گئی ہیں۔ اُس کے آس پاس۔ اُنکے اندر اس کا دم گھُٹا جاتا ہے۔ باہر آنے کا تمنائی ہے وہ۔ کیسے آئے گا باہر؟ پہلے دیواریں ٹوٹنی چاہئیں۔ بندھنوں کا انت ہونا چاہیئے اس لئے رشی نے کہا — اوم ہی آتما کا علاج ہے — لیکن بندھن سے نکلتی پاکر ہوتا کیا ہے۔ کیا نئے بندھنوں کی طرف بڑھنا چاہیئے آتما کو؟ نئی دیواریں کھڑی کرنی چاہئیں اپنے چاروں

طرف ؟ — نہیں میری ماں ! — نہیں میری بچی ! — یہ تو آتما کی منزل نہیں - آتما کی منزل ہے "ادم" - اسی لئے رشی نے کہا — "آتما کا موکش بھی ادم ہے" — ادم راستہ ہے - منزل بھی ہے - اس گرنتھ میں آگے چل کر یہ بھی کہا کہ "ادم" ہی آتما ہے"

اور مانڈوکیہ اُپنشد تو سارے کا سارا "ادم" کی ویاکھیا اور مہما سے ہی بھرا ہے -

برہدارنیک اُپنشد" میں مہرشی یاگیہ ولک کہتے ہیں — "ادم کے جاپ سے پاپ نشٹ ہوتے ہیں، جل جاتے ہیں بھسم ہو جاتے ہیں - پرانایام کے ذریعے پرانوں کو قابو میں کر کے' دھارنا اور دھیان کی اوستھا سے اُوپر اٹھ کر جب بھگت ادم کا اجپا جاپ کرتا ہے - اور اس جاپ میں اور سب کو اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے تو اس کے بھی پاپ، سبھی بُرے کرم اس طرح نشٹ ہو جاتے ہیں جیسے پرچنڈ بھاسکر کے نکلنے پر اندھکار ختم ہو جاتا ہے :" یہ سب کچھ "ادم" کے جاپ سے ہوتا ہے -

پورانوں کے اندر بھی "ادم" کی مہما بار بار ورنن کی گئی ہے - اگنی پوران کے ۲۱۵ ویں ادھیائے کے یہ شبد سنیئے — "جو او مکار کو جانتا ہے وہی یوگی ہے ، وہی رُکاوٹوں کو ناش کرنے والا - سارے منتروں کا سار یہ "ادم" ہے - اس کی سہایتا سے پاپی بھی اس اتھاہ بھوساگر سے پار اُتر جاتے ہیں"

— کیسے اُتر جاتے ہیں ؟ کیوں اُتر جاتے ہیں ؟ — اس کا جواب "پرشن اُپنشد" دیتا ہے - اس اُپنشد کا پانچواں پرشن سب کا سب "ادم" کے متعلق ہے - ستیہ کام مہرشی پپلاد سے پوچھتا ہے :- گورد یو - ساری عمر ادم کے جاپ کرنے کا پھل کیا ہے ؟" — پپلاد کہتے ہیں — "اس ادم سے آتما وہاں پہنچتا ہے جہاں 'اپر برہم' اور 'پر برہم' کا ساکھشات ہو جاتا ہے :" اپر برہم بھگوان کا یہ وشو بھر میں پھیلا ہوا ویراٹ رُوپ ہے - اسی کو دیکھ کر وید "نمہ وشو رُوپائے" کہتا ہے - ہم یہاں بیٹھے ہیں - اس سے پرے دیواریں ہیں - دیواروں سے پرے مکان یا سڑک - اُن سے پرے اور مکان اور سڑکیں — سارا نگر - اس نگر سے آگے کچھ خالی زمین ہے - کھیت ہیں - جنگل ہیں - اُن سے پرے اور نگر ہیں - اور گاؤں ہیں - اُن سے پرے پھر خالی زمین - پھر نگر - پھر زمین - پھر نگر - پہاڑ - ندیاں - نالے - جھیلیں - ریگستان ان سب کو ایک دیش ہم کہتے ہیں - اس دیش کے تین طرف ساگر لہراتا ہے - ایک طرف ہمالہ کھڑا ہے - دونوں سے پرے اور دیش ہیں - اور ساگر ، اور پہاڑ — اور ریگستان — اس طرح یہ پرتھوی ہے - سُورج کی روشنی میں چمکتی ہوئی - اُس کی روشنی کے بنا اندھیری - پرتھوی اور سُورج کے درمیان بدھ اور شکر ہیں - پرتھوی سے پرے منگل - برہسپتی - شنی - اُرن - وُرن اور برہم نام کے تارے - یہ ہمارا سوریہ منڈل ہے — ایسے اربوں سُوریہ منڈل اس وشو میں ہیں

کھربوں میلوں میں پھیلے ہوئے۔ رات کے وقت ہم جو تارے دیکھتے ہیں۔ اُن میں سے ہر تارا ایک سوریہ ہے۔ ہر سوریہ کے ساتھ کتنے ہی گرہ۔ انسانی وگیان، انسانی گیان اور انسانی کلپنا کے مطابق بے انت وِشو ہے یہ۔ اِس کا انت دکھائی نہیں دیتا۔ اور اس وشو کے ایک ایک کن میں۔ سامنے جلتی ہوئی اس چھوٹی سی بتی میں۔ اور لاکھوں میل اُونچی جوالائیں پھینکتے ہوئے سوریہ میں۔ اس پرتھوی پر، پرتھوی سے پرے سوریہ منڈل کے دُوسرے گرہوں پر۔ اُن سے پرے دوسرے سوریہ منڈلوں میں۔ اربوں کھربوں سوریوں میں ایشور کی شکتی کام کرتی ہے۔ ایشور کی جیوتی چمکتی ہے۔ پرتھوی کی گہری سے گہری گہرائیوں میں۔ آکاش کی اُونچی سے اُونچی بلندیوں میں۔ ہر طرف، ہر جگہ، ہر وقت وہ ہی وہ ہے۔ یہ اس کا "اپر برہم" روپ ہے۔ جسے "اوم" کا جاپ کرنے والا ہاتھ پر رکھے کھلونے کی طرح دیکھتا ہے۔ لیکن اس سے اُوپر۔ اِس سے پرے بھی تو "برہم" ہے۔ وِشو سے پرے۔ پرکرتی سے پرے۔ پرم کلیان سے پرم شانت۔ پرمانند۔ پرمیشور۔ پربرھم۔

اوم کا جاپ کرنے والا ایشور کے یہ دونوں رُوپ دیکھتا ہے۔ "اپر برہم" کا رُوپ اس کے آگے کہتا ہے ؎ "روشن ہیں میرے جلوے ہر شے میں ہائے لیکن

ہے چشمِ کور تیری۔ کیا ہے قصُور میرا"

اور اوم کا جاپ کرتے بھگت جب اپنے آپ کو بُھول کر، پرکرتی کو بُھول کر، انتر دھیان ہو کر دیکھتا ہے۔ جب باہر کے پٹ بند ہو جاتے ہیں اور اندر کے پٹ کھل جاتے ہیں تب اُس "اپر برھم" کا درشن ہوتا ہے۔ یہ ہے "اوم" کے جاپ کی مہما۔ لیکن یہ جاپ ہوتا کس طرح ہے؟

وہ بھی سنئے۔ "اوم" کا جاپ تین طرح سے ہوتا ہے۔ پہلا جاپ ہے ایک ماترا کا۔ دُوسرا دو ماترا کا۔ تیسرا تین ماترا کا۔ ایک چار ماترا کا جاپ بھی ہوتا ہے۔ لیکن اس کا ذِکر ابھی نہیں کرونگا آپ نہیں سمجھ سکیں گے۔

ایک ماترا سے جاپ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جیسے مندر کا گھنٹہ لگاتار اُونچے سُر میں گُونجتا ہے۔ اسی طرح اونچی آواز سے "اوم" کا اُچار کیجئے۔ بار بار کیجئے۔ اس طرح کیجئے کہ اس کے سوائے اور کوئی آواز آپ کو سُنائی نہ دے۔ لگاتار گُونجتی ہوئی۔ جھنکارتی ہوئی آواز۔

ایسا کرنے سے اس دُنیا پر جتنی بھی دولت ہے، جتنی بھی طاقت ہے، جتنی بھی شہرت ہے۔ جتنی آپ چاہتے ہیں اتنی آپ کو مل جائے گی۔ وہ آپ کی ہو جائے گی

اب کئی لوگ کہیں گے کہ۔ بس آنند سوامی۔ ہمیں تو یہ ایک ماترا والا جاپ ہی کرنے دو"۔ کرو۔ لیکن یاد رکھو۔ ایک ماترا کے اس جاپ سے سنسار کی دولت مِل جائے گی۔ طاقت مِل جائے گی۔ شانتی نہیں ملے گی۔ جو لوگ شانتی چاہتے ہیں انہیں ایک ماترا سے نہیں، دو ماترا سے اوم کا جاپ کرنا چاہیئے۔ صِرف دھن اور دولت سے کسی کو شانتی نہیں ہوتی۔ ارے یہ دھن تو بے چینی کا کارن بھی بن سکتا ہے۔ پاپ اور اتیاچار کا سادھن بھی۔ اور پھر رونے اور چلّانے کا سبب بھی۔ کئی لوگ مجھے کہتے ہیں۔ " آنند سوامی۔ گھر بار کو چھوڑ کر، دھن، دولت، موٹر وں اور پریوار کو چھوڑ کر تو سنیاسی بن گیا۔ تجھے کیا مِلتا ہے؟" میں کہتا ہوں" شانتی ملتی ہے۔ چاہو تو میرے ساتھ آؤ۔ گنگوتری کی گُفاؤں میں تمہیں شانتی کا درشن کراؤں"۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں۔" چلیں گے"۔ لیکن جاتا کون ہے؟ اپنے چاروں طرف اشانتی کے سادھن پیدا کر رکھے ہیں انہوں نے۔ چاہتے ہیں شانتی۔ ملے گی کیسے؟ شانتی تو دو ماترا کا جاپ کرنے سے ملتی ہے۔ ایک ماترا کا جاپ کرنے والا پرتھوی لوک کو حاصل کرتا ہے۔ دو ماترا سے جاپ کرنے والا سوم لوک کو۔ تین ماترا سے جاپ کرنے والا سوریہ لوک کو۔ یہ پرتھوی لوک یا منشیہ لوک، سوم لوک یا چندر لوک۔ سوریہ لوک یا پرکاش لوک۔ سب ہمارے اندر ہیں۔ اُن کی بات کبھی پھر بتاؤں گا۔ آج تو جاپ کا ذِکر کرنا ہے مجھے۔ ایک ماترا کے جاپ کی بات میں کہہ رہا تھا۔ کہہ رہا تھا اس سے دھن اور دولت ملتے ہیں۔ میں دھن اور دولت کا مخالف نہیں ہُوں۔ یہ شریر ہے نا ہمارا۔ اس کے لئے کھانا اور کپڑا تو چاہیئے۔ روٹی کے بنا یہ رہ نہیں سکتا۔

ہیٹ نہ پئیاں روٹیاں۔ تے سبھے گلاں کھوٹیاں

اس کے لئے کپڑے کی بھی ضرورت ہے۔ افریقیہ پردیش کی بات سُناتا ہُوں آپ کو۔ پچھلے دِنوں میں وہاں گیا۔ افریقیہ کے جنگلی لوگوں کو دیکھا۔ ہے پربھو۔ کِس طرح رہتے ہیں وہ لوگ۔ ننگ دھڑنگ۔ عورتیں بھی، مرد بھی، بچّے بھی، بُوڑھے بھی۔ کچھ لوگوں نے کپڑے پہننے شروع کر دیئے ہیں۔ کچھ لوگ کھیتی باڑی بھی کرتے ہیں۔ لیکن کئی ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو نہ کپڑے پہنتے ہیں، نہ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ اُن میں سے ایک قسم کے لوگ "مسائی" ہیں۔ اس جاتی کے لوگ شہر میں آتے وقت بیل کا چمڑہ اپنے اُوپر اوڑھ لیتے ہیں شہروں سے پرے۔ اپنے دیہات میں۔ بیل کے چمڑے کو بھی تلانجلی دے دیتے ہیں۔ اناج، سبزی، دال ایسی کوئی بھی چیز وہ نہیں کھاتے۔ نمک بھی نہیں کھاتے۔ صرف گائے کا دودھ پیتے ہیں۔ یا صرف بیل کا خُون۔ " بھی کچھ کھانے کی چیز ہے۔ یہ انہیں معلوم نہیں۔ عام لوگوں کو ان کی بستیوں میں جانے کی اجازت نہیں۔ لیکن میں تو گیا۔ شری درشن لال کوہلی جنگل کے محکمہ میں ہیں وہ لے گئے مجھے ان مسائیوں کے جنگل میں۔

میں نے اُن سے کہا ۔ بھائی ! تم لوگ دُودھ پیتے ہو تو اچھی بات ہے ۔ لیکن یہ خون کیوں پیتے ہو ۔ اناج کھایا کرو ۔
اُن کے سردار نے مجھے بتایا کہ ۔ اناج تو غریب لوگ کھاتے ہیں ۔ ہم غریب نہیں ہیں ۔ انہیں میں ایسے لوگ بھی میں نے دیکھے پھل پھول کچھ بھی نہیں کھاتے ۔ صرف برف سے نکلا ہوا کمل پھول کھا کر گذارہ کرتے ہیں ۔

لیکن ایک چیز کھائیں یا دُوسری ۔ کھائے بغیر تو کسی کا گذارہ نہیں ۔ کھانے کے لئے ، شریر کے لئے ۔ دُنیاوی دولت کے لئے ۔ ایک ماترا سے " اوم " کا جاپ کرنا چاہیئے ۔

آئیے ۔ میرے ساتھ اُچارن کیجئے یہ پوتر نام ۔

[اور پوجیہ سوامی جی نے سبھا منڈپ کو گونجاتے ہوئے " اوم " کی دُھن شروع کی ۔ دُوسرے لوگ بھی لمبے اُونچے سُر سے " او .... م " ۔ اس طرح بولنے لگے ساری فضا جیسے اُس پوتر دُھن سے گُونج اُٹھی ۔ تھوڑی دیر کے لئے ایسے معلوم ہوا جیسے اور کہیں کچھ بھی نہیں ہے ۔ سب کے بعد سوامی جی کا اُچارن ختم ہوا ۔ اور وہ کہتے رہے ....]

اس طرح اُچارن کرنے کے بعد زبان کو بند کر لو ۔ ہونٹوں کو بند کر لو ۔ اُونچی آواز سے " اوم " کہتے رہو ۔ اب یہ آواز ناک سے نکلے گی ۔ ایک گُونج سی پیدا ہوگی ۔ جھنکار سی ۔ اس کو ایک ماترا سے " اوم " کا جاپ کہتے ہیں ۔

اب دُو ماترا کے " اوم " کی بات سُنو ۔ ایک ماترا کا جاپ ستھول شریر کا جاپ ہے ۔ ستھول شریر کے اندر ہے سُوکھشم شریر ۔ اس میں داخل ہو کر جو جاپ کیا جائے اُسے دُو ماترا کا جاپ کہتے ہیں ۔ یہ " سُوکھشم شریر " انسان کے دِل کے ساتھ دونوں چھاتیوں کے درمیان جو گڑھا جیسا ہے ۔ وہاں رہتا ہے ۔ انگوٹھے کے برابر ہے وہ ۔ گیان کی آنکھوں کے بغیر دِکھائی نہیں دیتا ۔ اس میں دھیان کر کے ، ہونٹوں سے ، ناک سے گلے سے آواز نکالے بغیر خاموش اور شانت جو جاپ ہوتا ہے اُسے دُو ماترا کا جاپ کہتے ہیں ۔ اس جاپ کو کرنے والا " سوم لوک " یا " چندر لوک " میں پرویش کرتا ہے ۔ اس شانتی کو پاتا ہے جو سنسار میں اور کسی بھی جگہ نہیں ۔ چاند کی کرنیں جیسے شیتل کر دیتی ہیں اُسی طرح سُوکھشم شریر کے اندر کیا ہوا " اوم " کا جاپ اِنسان کی بے چینی ، دُکھ اور تکلیف ۔ کشٹ اور کلیش کو دُور کر دیتا ہے ۔

لیکن ستھول شریر اور سوکھشم شریر سے بھی آگے ہے ' کارن شریر ' ۔
پرکرتی ہی اس سنسار کا کارن ہے ۔ جس رُوپ میں ہم اسے دیکھتے ہیں یہ پرکرتی کی اصل حالت نہیں ۔ اصل پرکرتی میں نہ رُوپ ہے نہ رس ۔ نہ گندھ ۔ نہ شبد ۔ رجوگُن ، تموگُن اور ستوگُن سے پرے وہ شانت ، نِشچل اور سم اوستھا میں رہتی ہے ۔ اُس حالت میں جو پرکرتی ہے اُسے کارن کہتے ہیں

یہ کارن شریر سوکھشم شریر کے اندر ہے۔ سوکھشم شریر سے آگے بڑھ کر بھگت کا دھیان جب اس کارن شریر
میں پہنچتا ہے تب یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ میں جاپ کر رہا ہوں یا نہیں۔ تب ایسا جاپ ہوتا ہے جسے اجپا جاپ
کہتے ہیں۔ اس وقت بھگت سور یہ لوک میں پرویش کرتا ہے۔ جاپ کرنے والا اس حالت میں پہنچتا ہے جہاں سب
شکتیاں اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو جاتی ہیں۔ کھڑی ہو جاتی ہیں وہ۔ لیکن بھگت یہ بھی نہیں دیکھتا
کہ کون کھڑا ہے۔

یہ ہے تین طرح سے "اوم" کا جاپ کرنے کا طریقہ۔

لیکن صرف مُکھ ہلانے یا آواز نکالنے سے تو یہ جاپ نہیں ہوتا۔ جاپ کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے
یہ تین چیزیں جب تک نہ ہوں تب تک جاپ سپھل نہیں ہوتا۔ اِن میں سے پہلی چیز ہے تپ۔ دُوسری
چیز ہے برہم چریہ۔ تیسری چیز ہے شردھا۔

اب اِن تینوں چیزوں کی بات سنیئے۔ تپ کا مطلب ہے شاریرک سادھنا۔ برہم چریہ کا مطلب ہے
مانسک سادھنا۔ شردھا کا مطلب ہے آتمک سادھنا۔

شریر ٹھیک نہ ہو تو کوئی بھی کام نہیں ہوتا۔ اگر یہ گرمی، سردی، دھوپ اور بارش کا مقابلہ نہیں کر سکتا
تو پھر نہ ایک ماترا کے جاپ کا سوال پیدا ہوتا ہے، نہ دو یا تین ماترا کے جاپ کا۔ شاریرک سادھنا کا مطلب
یہ ہے کہ شریر میں ہر قسم کی حالت کا مقابلہ کرنے کی شکتی ہو۔ اور اس شکتی کو پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ
شریر کو ٹھیک رکھنے کا طریقہ معلوم ہو۔ شریر کو ٹھیک رکھنے کا طریقہ کیا ہے۔ اس کے لئے ایک کہانی آپ کو
سُناتا ہوں۔ سمجھانے کے لئے شاید یہ کہانی بنائی گئی۔ کہانی یہ ہے کہ مہرشی چرک جب آیورویدکے سارے گرنتھ
لکھ چکے۔ سب طرح کے طریقوں کا، سب طرح کی ادشدھیوں کا، علاجوں کا ذکر کر چکے اور اُن کا پرچار کر چکے
تو اُن کے من میں خیال آیا کہ چلوں دیکھوں لوگ میرے بتائے ہوئے مارگ پر چلتے بھی ہیں یا نہیں۔ میری محنت
سپھل ہوئی ہو یا نہیں۔ ایک پکشی کا روپ دھارن کر کے وہ اُڑے۔ وہاں گئے جہاں وَیدوں کا بازار
لگا تھا۔ ایک درخت پر بیٹھ کر پکشی نے اُونچی آواز میں کہا۔ کو ارگ یعنی کون روگی نہیں؟ ۔ ایک وَید نے پکشی
کو دیکھا۔ اس کی بات کو سمجھا۔ بولا۔ " جو چون پراش کھاتا ہے"۔ ایک اور وَید بولا۔ نہیں۔ جو چندر پربھاوٹی کھاتا
ہے۔ تیسرا وَید بولا۔ نہیں۔ جو بنگ بھسم کھائے وہی اروگی ہے۔ وہی زیادہ تندرست ہے۔ چوتھے وَید صاحب
بولے۔ یہ سب باتیں غلط ہیں۔ جب تک لُون بھاسکر چُورن نہیں کھاؤ گے تب تک پیٹ درست نہیں ہوگا۔ چرک
نے یہ سب کچھ سُنا تو انہیں دُکھ ہوا۔ حیرت کے ساتھ انہوں نے سوچا۔ میں نے اتنا بڑا شاستر لکھا تو کیا اس لئے کہ
اِنسان کے پیٹ کو دوائیوں کا گودام بنا دیا جائے؟ میری محنت نشپھل ہو گئی۔ کوئی بھی کچھ بھی سیکھا نہیں اس سے

دُکھی ہو کر وہ اُڑے۔ کئی جگہوں پر گئے۔ ہر جگہ انہوں نے کہا "کو ارُگ ؟" کہیں بھی ٹھیک جواب نہیں ملا۔ آخر دُکھی ہو کر
وہ ایک سنسان ویران جگہ پر جا بیٹھے۔ ایک سُوکھے ہوئے درخت کی شاخ پر۔ اس کے پاس ہی ایک ندی بہتی تھی
ندی سے نہا کر مشہور وَید شری واگ بھٹ مہاراج باہر آ رہے تھے۔ چرک نے انہیں پہچانا۔ پکار کے کہا۔ "کو ارُگ ؟"
واگ بھٹ چلتے چلتے رُک گئے۔ آنکھ اُٹھا کر پکشی کی طرف دیکھا۔ بولے۔ "ہت بھکت، مِت بھگت، رِت بھک"
چرک اِن شبدوں کو سنتے ہی درخت سے نیچے آ گئے۔ پکشی رُوپ چھوڑ کر واگ بھٹ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔
بولے۔ "تم ٹھیک سمجھے ہو وَید راج !"

لیکن اِس "ہت بھک، مِت بھک، رِت بھک" کا مطلب کیا ہے ــــــ ؟

مطلب میں سمجھاتا ہُوں۔ اور کہنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ صحت اور تندرستی کے تمنائی ہیں وہ ان شبدوں
کو اپنے گھروں کی دیواروں پر لکھوا لیں۔ ہر وقت ان کو خیال رکھیں۔ ہر وقت ان پر وِچار کریں۔ ہر وقت اُس
اُپدیش کا پالن کریں جو اِن شبدوں میں دیا گیا ہے۔ "ہت بھک، مِت بھک۔ رِت بھک"

"ہت بھک" کا مطلب ہے۔ ایسی چیزیں کھاؤ جو آپ کے شریر کے لئے اچھی ہیں۔ محض کھانے کے لئے
نہیں جیو۔ جینے کے لئے کھاؤ۔ زبان کے سواد میں پھنس کر پیٹ میں کوڑا کرکٹ نہیں بھرتے جاؤ۔ یہ سوچ کر
کھاؤ کہ جو کھاتے ہو اُس سے فائدہ کیا ہو گا۔

یہ جیبھا رانی ہے نا ؟۔ بہت نٹ کھٹ ہے یہ۔ طرح طرح کے سواد تلاش کرتی ہے۔ طرح طرح
کی چیزیں مانگتی ہے۔ کبھی کہتی ہے۔ گول گپے کھاؤں۔ کبھی کہتی ہے جل جیرا پیوں۔ کبھی کہتی ہے لال مرچوں
کا اچار کھاؤں۔ کبھی کہتی ہے اِملی کی چٹنی چاٹوں۔ میں سواد والی چیزیں کھانے کا مخالف نہیں۔ ایک بار
اڑھائی برس تک میں نے نمک نہیں کھایا۔ شروع شروع میں ایسے معلوم ہوا کہ جو کچھ کھاتا ہوں وہ سب گوبر ہے
لیکن کیا کرتا ؟ جن یوگیراج سے میں نے ہٹھ یوگ سیکھا۔ انہوں نے حکم دیا۔ مت کھاؤ نمک۔ گوبر معلوم ہو یا کچھ اور۔
نمک کے بغیر ہی سب کچھ کھانا ہو گا۔ کوئی ایک برس بعد چیزوں کا قدرتی سواد آنے لگا۔ ان میں رس آنے لگا۔ میں
نے یوگیراج کو بتایا کہ "اب تو نمک کے بغیر چیزیں کھاتا ہوں تو وہ گوبر معلوم نہیں ہوتیں۔ اُن میں سواد معلوم ہوتا ہے۔"
وہ بولے "اب سواد آنے لگا تو اب نمک شروع کر دو" میں نے رنبیر کی ماتا کو کہا۔ "سبزی میں نمک ڈال دو۔" نمک
والی سبزی کھائی تو ایسے لگا جیسے اُس میں کسی نے کونین ڈال دی ہو۔ اتنی کڑوی تھی وہ۔ لیکن کیا کرتا۔ کھایا اُسے
چند مہینوں میں پھر نمک میں سواد آنے لگا۔ کونین والی بات نہ رہی۔ میں نے یوگیراج کو بتایا کہ اب میں نمک
کھا سکتا ہوں۔ اب وہ اچھا لگتا ہے۔ اس میں سواد آتا ہے۔ یوگیراج بولے "اچھا۔ پھر سواد آنے لگا۔ اب
پھر نمک چھوڑ دو۔" میں نے نمک چھوڑ دیا۔ پھر ہر چیز گوبر معلوم دینے لگی۔ اس میں کشٹ معلوم ہوتا تھا ضرور۔ لیکن

جو لوگ سادھنا کرنا چاہتے ہیں اُن کے لئے اپنی اندریوں پر قابو پانا ضروری ہے۔ اندریوں میں سب سے پہلے زبان پر قابو پانا ضروری ہے۔ یاد رکھو۔ جن لوگوں کا اپنی زبان پر قابو نہیں۔ اُن کا کبھی اعتبار مت کرو۔ وہ کسی بھی اندریہ پر قابو نہیں پا سکتے۔ اس طرح سواد کیا ہے اور بے سواد کیا ہے۔ یہ میں جانتا ہوں۔ اگر آپ سواد والی چیز کھانا چاہیں تو میں اس کی مخالفت نہیں کرتا۔ میری طرف سے ہر طرح کی سواد والی چیزیں کھایئے۔ لیکن یہ سوچ کر کھایئے کہ کیا وہ آپ کا ہِت کریں گی۔ آپ کے شریر کے لئے اچھی ہوں گی۔ ایک جگہ تلے ہوئے بینگن پڑے ہیں۔ آلو کے گرم گرم پکوڑے رکھے ہیں۔ لال لال چٹنی پڑی ہے۔ کئی بھائیوں کے منہ میں تو شاید چٹنی کا نام سن کے پانی آگیا ہوگا۔ اور یہ میری مائیں انہیں تو چٹنی بھگوان دے۔ اِملی کی چٹنی، آم کی چٹنی، ٹماٹر کی چٹنی، آلو بخارے کی چٹنی۔ پتہ نہیں کتنے قسم کی چٹنی یہ بناتی ہیں۔ اچھا کرتی ہیں یہ۔ بنائیں۔ پکوڑے بھی تلیں۔ لیکن یہ سب چیزیں اگر پڑی ہیں تو کھاؤ اس وقت جب معلوم ہو جائے کہ ان کے کھانے سے فائدہ ہوگا۔ اگر خود معلوم نہیں تو کسی وَید سے پوچھ لو۔ محض سواد کے لئے کھانا شروع نہ کرو۔ ایسی چیزیں کھاؤ جن سے شریر کو فائدہ ہوگا۔ ملائی کھاؤ۔ دودھ پیو۔ دہی کھاؤ۔ مکھن کھاؤ۔ وہ چیزیں استعمال کرو جن سے صرف زبان کو سواد نہ آئے۔ شریر کو بھی سواد آئے۔

لیکن کیوں جی۔ ملائی کھاؤ تو آخر کتنی کھاؤ؟ — اگر آپ دو سیر ملائی ہی کھا جائیں۔ تین سیر ربڑی پیٹ میں ڈال لیں یا ڈیڑھ سیر مکھن ہی چٹ کر جائیں تو اس شریر کو فائدے کی بجائے نقصان ہوگا۔ اِس لئے واگ بھٹ نے دوسری بات کہی نہ مت بُھک — اچھی چیز کھاؤ لیکن تھوڑی کھاؤ۔ مریادا میں رہ کر کھاؤ۔ مریادا سے زیادہ پیا ہوا امرت بھی زہر ہو جاتا ہے۔

بھگوان کرشن نے بھی گیتا میں کہا۔

युक्ताहारविहारस्य युक्तचेष्टस्य कर्मसु ।

اچھی چیز کھاؤ۔ مناسب مقدار میں کھاؤ۔ پیٹ میں چار روٹیوں کی جگہ ہو تو دو روٹیاں کھاؤ۔ باقی دو روٹیوں کی جگہ پانی اور ہوا کے لئے رہنے دو۔ اس کو کہتے ہیں "مناسب کھانا"۔

لیکن میری ان ماتاؤں سے پوچھو کہ مناسب کھانا کیا ہے تو وہ کہیں گی۔ چار روٹی کی جگہ ہو تو چھ روٹیاں کھانا ہی مناسب ہے۔ اپنے لئے یہ بات وہ نہیں کہتیں۔ اپنے شریمانوں کے لئے کہتی ہیں۔ شریمان جی دفتر یا دُکان سے آئے گھر۔ شریمتی جی نے بہت سی سواد والی چیزیں ان کے لئے بنا رکھی ہیں۔ اب وہ زور دے دے کر کہتی ہیں۔ ایک اَور کھاؤ۔ ایک اور کھاؤ۔ کھلاؤ بھائی۔ کھلاؤ ضرور۔ لیکن یہ بھی تو سوچو کہ زیادہ کھانے سے شکر کی بیماری جو ہو جائے گی۔ گوٹ۔ پھوٹ۔ موٹے۔ پتہ نہیں کیا کیا ہو جائے گا۔ اس وقت کیا کرو گے؟

ہمارے لاہور میں تھا ایک دُرگا سوڑ۔ ایک تانگے میں وہ اکیلا بیٹھتا تھا۔ آدھا آگے آدھا پیچھے جگہ

کے دنوں میں راشن شروع ہوا۔ تو اُس نے فریاد کی کو راشن کے آٹے سے جتنی روٹیاں بنتی ہیں اُن سے میرا گذارہ نہیں ہوتا۔ سر سکندر حیات نے اسے اپنے پاس بلایا۔ اُسے کہا۔ آج میں دیکھوں گا تُو کتنا کھاتا ہے"۔ نوکروں کو حکم دیا کہ وہ سیر بھر آٹے کی روٹیاں بنائیں۔ بنی روٹیاں۔ دُرگا ساری روٹیاں کھا گیا۔ بولا۔ ابھی تو آدھی منزل تک پہنچا ہُوں۔ اتنی ہی روٹیاں اور ہوں تو بھوک مٹے گی"۔

سو بھائی میرے۔ اس طرح سے کھانے کا فائدہ کیا؟۔ اتنا کھاؤ جتنا پچ جائے۔ اس سے زیادہ کھاؤ گے تو نقصان ہوگا۔ میں کشمیر میں تھا تو سُنا کہ وہاں کوئی "کنگ کانگ" نام کا پہلوان آیا ہے۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ وہ صبح کے ناشتے میں تین درجن انڈے کھاتا ہے۔ دو ڈبل روٹیاں کھاتا ہے۔ ایک پاؤ مکھن اور ایک بالٹی چائے۔ اور پھر اس کے بعد دوپہر کو بھی اسی طرح کھاتا ہے۔ شام کو بھی۔ رات کو بھی۔ میں نے پوچھا۔ اتنا کھا کے کرتا کیا ہے؟۔ معلوم ہُوا کہ کُشتی میں دُوسروں کو گرا دیتا ہے۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ اتنا جو کھائے گا۔ وہ دوسروں کو گرائے گا ہی۔ انہیں اُٹھنے کا کام اس سے ہو نہیں سکے گا۔"

اس طرح کھانے کا فائدہ آخر کیا ہے؟ یہ ہر وقت کھاؤ۔ کھاؤ۔ کھاؤ۔ کیا اسی لئے انسان بنا ہے؟۔ یہ صبح کو "بیڈ ٹی"۔ پھر کافی۔ اور پھر ٹی۔ اور پھر ٹی۔ اور پھر ٹی پی۔ ٹی پی۔ اس کے لئے کیا انسان دُنیا میں آیا تھا۔ اے بھائی۔ پیٹ کی یہ دیگچی ہے نا۔ اس میں ایک حد سے زیادہ آتا نہیں۔ کس وقت کیا ڈالنا چاہیئے۔ یہ سوچ کر ڈالو۔ ہر وقت ڈالتے نہیں چلے جاؤ۔

ایک ماں دال بنا رہی تھی۔ چُولہے پر دیگچی رکھ کے دو مُٹھی دال اُس نے دیگچی میں ڈال دی۔ آگ جلنے لگی۔ دال ابھی کچھ ہی پکی تھی کہ دو مہمان آگئے۔ اُس نے دو مُٹھی دال دیگچی میں اور ڈال دی۔ ابھی یہ دُوسری دال ادھ پکی ہی تھی کہ تین مہمان اور آگئے۔ اس نے تین مُٹھیاں دال دیگچی میں اور ڈال دی ۔۔ اب بتاؤ اِس دال کا بنے گا کیا؟ کیا وہ کبھی پکے گی؟ کیا وہ کبھی ٹھیک ہوگی؟۔ کچھ بہت زیادہ پک جائے گی۔ کچھ تھوڑی سی پکے گی۔ کچھ کچّی رہ جائے گی۔ یہ پیٹ بھی تو دیگچی ہے۔ ہر وقت اس میں ڈالتے جاؤ گے تو نقصان ہوگا۔ اس لئے واگ بھٹ نے کہا ۔ "مِت بُھکت" کھاؤ ضرور۔ تھوڑا کھاؤ۔ مریادا کے مطابق کھاؤ ۔

لیکن صرف "ہِت بُھک" اور "مِت بُھک" ہونے سے کام نہیں بنتا۔ انسان اگر اُوپر اُٹھنا چاہتا ہے اِس جیون کو اُس منزل کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ جس کے لئے یہ ملا تو ضروری ہے کہ وہ "رِت بُھک" بھی بنے اچھی چیزیں کھائے۔ تھوڑی کھائے۔ لیکن وہ چیزیں کھائے جو نیک کمائی سے پیدا کی گئی ہوں۔ کونسی چیز ٹھیک کمائی سے ملی یا نہیں۔ اس کا بہت لوگوں کو پتہ نہیں لگتا۔ جو لوگ ہمیشہ ہی پاپ کا اَن کھاتے رہتے ہوں انہیں پاپ اور پُنیہ میں فرق دکھائی نہیں دیتا۔ سفید چادر پر لگا ہُوا داغ دکھائی دیتا ہے۔ ہم کہتے ہیں

داغ لگ گیا ہے۔ لیکن کالے کمبل پر لگا داغ کس کو دکھائی دیتا ہے۔ وہ تو سادھنا سے، گیان سے، کوشش سے معلوم ہوتا ہے۔ پوجیہ مہاتما ہنس راج جی ایک بار ہردوار کے موہن آشرم میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک بان پرستی اُن کے پاس ہی ایک کمرے میں رہتا تھا۔ ایک دن یہ بان پرستی مہاتما جی کے پاس آیا اور زار زار رونے لگا۔ مہاتما جی نے پوچھا "کیا ہوا آپ کو؟" — وہ بولا "میں لٹ گیا مہاتما جی۔ میری عمر بھر کی کمائی نشٹ ہو گئی۔" مہاتما جی بہت گھبرائے۔ پوچھنے پر پتہ لگا کہ وہ بان پرستی پچھلے کئی برسوں سے ایشور بھگتی کے مارگ پر چلتا ہوا دھیان اور اُپاسنا کی منزل تک پہنچ چکا تھا۔ رات کے وقت اپنے کمرے میں بیٹھ جاتا وہ۔ بھگوان کا دھیان کرتا۔ ایشور کی شیتل جیوتی اُسے دکھائی دیتی۔ اُس میں آنند سے مست ہو کر وہ گھنٹوں تک بیٹھا رہتا۔ لیکن کل رات — کل رات اس کے ساتھ ایک عجیب واقع ہوا۔ روتے ہوئے اس نے کہا "میں دھیان میں بیٹھا مہاتما جی! — تو ایسے معلوم ہوا کہ روشنی میں لال دوپٹے والی ایک نوجوان لڑکی کھڑی ہے۔ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ سمجھا کچھ غلطی ہو گئی ہے۔ پھر پرانایام کیا۔ پھر دھیان سے جیوتی کو دیکھا۔ لیکن وہ لڑکی اب بھی وہیں تھی۔ میں اسے جانتا نہیں۔ لیکن بار بار وہ میرے سامنے آ کے کھڑی ہو جاتی ہے۔ میں نے بار بار منہ ہاتھ دھو کر پرانایام کرنے کی کوشش کی ہے۔ بار بار اُسے پرے ہٹانے کا جتن کیا ہے۔ لیکن روشنی میں اس کے سوائے اور کچھ مجھے دکھائی نہیں دیتا۔ میری تو عمر بھر کی کمائی لٹ گئی۔ میں تو کہیں کا نہیں رہا۔ پتہ نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے۔" وہ کہتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا۔ مہاتما جی نے پوچھا "رو دُ نہیں۔ یہ بتاؤ۔ کہ کل تم سینما دیکھنے تو نہیں گئے تھے؟" اس نے کہا "نہیں"۔ مہاتما جی نے پوچھا "کسی بُرے آدمی کی سنگت میں تو نہیں بیٹھے۔ کوئی بُری کتاب تو نہیں پڑھی؟" — اس نے کہا "ایسا کچھ نہیں کیا میں نے"۔ مہاتما جی نے کہا "کل تم آشرم سے باہر تو گئے ہوگے"۔ وہ بولا "گیا تھا۔ ایک بھنڈارے میں۔ ایک سیٹھ صاحب آئے ہیں۔ انہوں نے بھنڈارہ کیا تھا۔ وہاں کھانا کھانے گیا تھا"۔ مہاتما جی نے کہا کہ "جا کر پتہ لگاؤ کہ وہ سیٹھ کون ہے۔ کیوں اس نے بھنڈارہ کیا ہے؟" بان پرستی گیا۔ پتہ لگا کر اس نے بتایا کہ سیٹھ ایک شہر کا رہنے والا ہے (اس کا نام لینا نہیں چاہتا) وہاں اُس نے اپنی نوجوان بیٹی کو ایک بوڑھے کے پاس دس ہزار روپے میں بیچ دیا ہے دو ہزار روپیہ لے کر وہ ہردوار میں آیا ہے۔ کہ پاپ کا پرائشچت کرنے کے لئے بھنڈارہ کر دے۔" مہاتما جی نے اس بات کو سن کر کہا "یہی وہ نوجوان لڑکی ہے۔ جو تمہیں دکھائی دیتی ہے۔ تم نے جو کچھ کھایا وہ پنیہ بھاونا سے دیا ہوا دان نہیں تھا۔ پاپ کی کمائی کا ایک حصہ ہے۔ اس بد نصیب لڑکی کی قیمت۔ جب تک یہ اناج تمہارے جسم سے نکلے گا نہیں۔ تب تک اس دُکھی لڑکی کا دکھائی دینا بند نہیں ہوگا"۔

یہ — پاپ کا اَن کھانے کا نتیجہ۔ آتما اس سے گرتی ہے۔ آگے بڑھتا ہوا انسان اس سے پیچھے ہٹتا ہے

اسی لئے واک بھٹ نے کہا۔ صرف بہت بھگ" اور مِت بھگ" ہونا ہی کافی نہیں، اِنسان اگر ہر قسم کے روگوں سے بچنا چاہتا ہے تو اُسے "رِت بھگ" بھی ہونا چاہیئے۔

"ہِت بھگ، مِت بھگ اور رِت بھگ" بن کر ہی انسان تپ کے اس مارگ کو طے کرتا ہے جو "ادم" کا جاپ کرتے وقت شاریرک سادھنا کے لئے ضروری ہے۔

لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا "شاریرک سادھنا" یا تپ تو صرف پہلی منزل ہے۔ اس کے بعد دوسری منزل ہے۔ برہم چریہ یا مانسک سادھنا۔ تپ کی طرح "برہم چریہ" کے لئے بھی تین باتیں ضروری ہیں۔ سوادھیائے ست سنگ اور سیوا۔

سوادھیائے کیا ہے؟ — وید، اپنشد، گیتا، رِگویدادی بھاشیہ بھومکا، ستیارتھ پرکاش اور اسی قسم کے دوسرے گرنتھوں کو ہر روز پڑھنا۔ ہر روز اُن پر وچار کرنا۔ یہ سوادھیائے ہے۔ تھوڑا پڑھو یا بہت لیکن پڑھو ضرور۔ آجکل تو لوگ صُبح صُبح اخبار لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ مَیں اخبار پڑھنے کے خلاف نہیں۔ اخبار اگر چاہیں تو دیش کا بہت سُدھار کر سکتے ہیں۔ لیکن آجکل تو اکثر اخبار نارد منی کا پارٹ ادا کرتے ہیں۔ آج پنجاب میں جو بے چینی ہے۔ حد بندی اور بھاشا کے متعلق جو جھگڑے ہیں، ان کا کارن پنجاب کے کچھ اخبار ہی تو ہیں۔ ایسے اخباروں کو بھی اگر آپ پڑھنا چاہتے ہیں تو پڑھیئے۔ لیکن یہ سوادھیائے نہیں۔ سوادھیائے کا مطلب ان گرنتھوں کا پاٹھ کرنا ہے جو سنتوں، مہاتماؤں، رشیوں اور یوگیوں نے لکھے۔ شت پتھ برہمن میں لکھا ہے کہ جو آدمی ہر روز اچھے گرنتھوں کا پاٹھ کرتا ہے اُسے اتنا ہی پُنیہ ملتا ہے جتنا کوئی آدمی دھن، اناج ہیرے، سونے، موتی اور رتنوں سے بھری ہوئی اس ساری پرتھوی کو دان کر کے حاصل کرتا ہے۔

مہاتما ہنسراج کی ایک بات یاد آتی ہے مجھے۔ اپنا جیون انہوں نے دان دے دیا۔ بڑے بھائی پچاس روپیہ ماہوار دیتے تھے۔ اس پر گذارہ کرتے تھے وہ۔ ایک بار بھائی ناراض ہو گئے، مہاتما کے روپے دینا انہوں نے بند کر دیا۔ مہاتما جی کے پاس کوئی پُونجی تو تھی ہی نہیں۔ گھر میں کچھ بھی نہیں تھا صرف چند آنے تھے ان کے پاس۔ گھر میں کھانے کو بھی نہیں تھا۔ تین دن اسی طرح گذر گئے۔ اخباروں میں اُن دنوں مہاتما جی کے خلاف مضمون چھپ رہے تھے۔ گھبرا کر انہوں نے سوچا۔ میں یہ کِس راستے پر چل پڑا ہوں۔ اس میں دُکھ ہی دُکھ ہے۔ سُکھ کا نام بھی نہیں۔ تب اسے چھوڑ کیوں نہ دُوں؟ —— اِس وچار کے پیدا ہوتے ہی وہ بے چینی کے ساتھ اپنے چھوٹے سے کمرے میں چلنے لگے۔ اِدھر سے اُدھر، اُدھر سے اِدھر۔ چین نہیں تھا۔ مچھلی جیسے پانی کے بغیر تڑپتی ہے ایسے اُن کا دل تڑپ رہا تھا۔ تبھی وہ اپنے کمرے میں رکھی اُس الماری کے پاس پہنچ گئے، جس میں کتابیں دھری تھیں۔ ایک

کتاب کو انہوں نے نکالا - اس کا ایک ورق کھولا - وہاں لکھا تھا -

कर्मण्येवाधिकारस्ते मा फलेषु कदाचन ।

مہاتما جی نے مجھے بتایا کہ اِن شبدوں کو پڑھتے ہی اُن کی بے چینی ختم ہو گئی - ایسے معلوم ہوا جیسے سیدھا اور سچا راستہ مِل گیا ہے - ایسے معلوم ہوا جیسے کوئی سامنے کھڑا کہتا ہے " ارے تو گھبرا گیا تو کیوں ؟ تیرا کام صرف کرم کرنا ہے - اس کے پھل کی چنتا کرنا نہیں - پھل کو بھگوان پر چھوڑ دے - آگے بڑھو" انہوں نے بتایا کہ پھر کبھی ڈگمگانا نہیں پڑا - پھر کبھی تذبذب نہیں - بے چینی نہیں آئی - یہ ہے سوادھیائے کا پھل - لیکن سوادھیائے صرف یہ تو نہیں - ایک اور بات بھی ہے -

اب وقت ہو گیا پورا - یہ بات کیا ہے یہ کل بتاؤں گا ——— (اوم تت ست)

تیسرا دِن

میری پیاری ماتاؤ۔ تتھا سجنو !

کل میں آپ کو بتا رہا تھا کہ اوم کی تین ماتراؤں کی اُپاسنا کیسے ہوتی ہے۔ अ - उ - म ۔
یہ تین ماترائیں اس میں ہیں۔ تین ہی ماتراؤں سے۔ تین طریقوں سے اس کی اُپاسنا ہوتی ہے۔ یہ بھی بتایا تھا میں نے کہ پرشن اپنشد کے رشی نے اُپاسنا کے ساتھ ساتھ کن شرطوں کو پورا کرنے کیلئے کہا... سادھنوں کو استعمال کرنے کیلئے کہا کہ یہ اُپاسنا سپھل ہو۔ تین سادھنوں کا ذکر کر رہا تھا میں۔ تپ، برہمچریہ تتھا شردھا۔ تپ ہے شاریرک سادھنا۔ برہمچریہ ہے مانسک سادھنا۔ شردھا ہے آتمک سادھنا۔ شاریرک سادھنا کا مطلب یہ ہے کہ جسم تندرست اور صحت والا ہونا چاہیئے۔ اس کے لئے تین باتیں میں نے آپ کو بتائیں۔ ہِت بُھک۔ مِت بُھک۔ رِت بُھک۔ اچھی ساتوِک چیزیں کھاؤ۔ تھوڑا کھاؤ۔ نیک کمائی سے کھاؤ۔ برہمچریہ کا اور مانسک سادھنا کا مارگ بھی بتایا۔ سوادھیائے۔ ست سنگ اور سیوا۔ برہمچریہ کا من سے گہرا سمبندھ ہے۔ من ٹھیک ہو، میں بریچاری ہُوں، نہیں ہے تو پھر برہمچریہ کا ابھیمان کرنے کا فائدہ نہیں۔ برہمچریہ کا ایک مطلب اِس ویریہ کی رکھشا کرنا ہے جو بھوجن کے پچنے کے بعد جسم میں سات مرحلے طے کر کے بنتا ہے۔ لیکن یہ صرف ایک مطلب ہے۔ دُوسرا مطلب ہے برہم میں وِچرنا۔ ایسا محسوس کرنا کہ اُوپر نیچے دائیں بائیں، آگے پیچھے، ہر طرف برہم ہی برہم ہے۔ ایسا وِشواس جس کو ہو جائے جس کے دِل میں یہ اٹل یقین جاگ اُٹھے کہ وہ اُس بھگوان روپی ماں کی گود میں بیٹھا ہے۔ جیسے اپنی ماتا کی گود میں ہو۔ تو اس کے لئے خوف اور خطرہ کیا ہے ؟ بھے کیا ہے ؟ اُس کے من کو ڈگمگانے والا کون ہے ؟ ڈرانے والا کون ہے ؟

میں نے آپ کو یہ بھی بتایا کہ سوادھیائے، ست سنگ اور سیوا میں سوادھیائے کا مطلب کیا ہے۔ اس سے کس طرح لابھ ہوتا ہے۔ کس طرح سوادھیائے کرنے والا انسان عین اُس وقت گِراوٹ سے بچ جاتا ہے جبکہ اُسکے پاؤں ڈگمگانے لگتے ہیں۔ وید، اپنشد، برہمن گرنتھ، گیتا، رامائن، رِگویدادی بھاشیہ بھومکا، ستیارتھ پرکاش اور اسی قسم کے دُوسرے گرنتھوں کو ہر روز پڑھنا سوادھیائے ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے کل کہا۔ یہ ہے سوادھیائے کا صرف ایک مطلب۔ دُوسرا مطلب ہے اپنے آپ کو پڑھنا۔ اپنے آپ کو دیکھنا کہ یہ جو اپنا آپ ہے یہ اُوپر چلا جا رہا ہے یا نیچے گِر رہا ہے۔ شُدھ اور صاف ہو رہا ہے۔ یا گندہ

دوردبین - لیکن یہ اپنا آپ "کیا ہے ؟ یہ ستھول شریر نہیں جسے ہم ہر روز دیکھتے ہیں اور جو آخر مٹی میں مل جاتا ہے -
آتما بھی نہیں کیونکہ وہ نہ تو میلا ہوتا ہے نہ صاف - ہمیشہ ایک سا رہتا ہے - بلکہ ان دونوں کے بیچ کھڑا ہوا سوکھشم شریر
جو جنم جنم سے آتما کے ساتھ چلتا آیا ہے - جنم جنم سے اس کے ساتھ چلتا رہے گا - سرشٹیاں بنتی ہیں - سرشٹیاں ختم
ہو جاتی ہیں - سورج چاند اور تارے وجود میں آتے ہیں - دھار پرلے میں نشٹ ہو جاتے ہیں - لیکن یہ سوکھشم شریر ہمیشہ
چلتا رہتا ہے - تب تک چلتا رہتا ہے جب تک اس کے بھوگ ختم نہیں ہو جاتے - یوگی لوگ جب دھیان لگا کر
دوسروں کے بھوت اور بھوشیہ کو بتا دیتے ہیں - جب وہ کہتے ہیں کہ پچھلے جنم میں آتما فلاں روپ میں تھا - اس سے پہلے
فلاں روپ میں تھا - تو اس سوکھشم شریر کو دیکھ کر - اسی لئے وید بھگوان نے کہا -

येनेदं भूतं भुवनं भविष्यत्परिगृहीतममृतेन सर्वम् ।

جس یوگی نے اپنے چت کو یوگ سادھن کے ذریعے سدھ کر لیا ہے وہ اپنے اور دوسروں کے بھوت بھوشیہ
اور ورتمان کو دیکھ لیتا ہے - کیوں دیکھ لیتا ہے ؟ - اس لئے کہ ستھول شریر بار بار بنتا اور نشٹ ہوتا ہے - سوکھشم
شریر جنم جنم تک ساتھ چلتا ہے - ہزاروں جنم بیت جاتے ہیں' لاکھوں کئی بار کروڑوں اور سوکھشم شریر ختم نہیں ہوتا
پچھلے جنم میں دو آدمی بھائی بھائی تھے - اب پتا پتر بن گئے ہیں تو ان میں اگاڑھ پریم ہو گا - اگر دشمن تھے تو ان کی
آپس میں کبھی بنے گی نہیں - یوگی لوگ سمادھی میں جا کر پرانوں کو "برہم رندھر" میں لے جاتے ہیں - وہاں جیسے
کیمرے میں تصویر آتی ہے اس طرح اس سوکھشم شریر کی تصویر آ جاتی ہے - جسے وہ دیکھنا چاہتے ہیں اسے دیکھ کر
ہی وہ بیتے، آنے والے اور آج کے وقت کی سب باتیں بتلا دیتے ہیں - یہ سوکھشم شریر سب کے پاس ہے سب کے اندر ہے
آپ کے اندر بھی - میرے اندر بھی - اس سوکھشم شریر کو ہر روز دیکھو - جیسے کوئی کتاب پڑھتا ہے ویسے ہر روز پڑھو
دیکھو اس میں، کوئی نئی میل تو نہیں آ گئی - پرانی میل کم ہوئی یا نہیں - کوئی نئی روشنی جاگی یا نہیں - یہ ہے سوادھیائے
کا دوسرا مطلب -

اتھر وید کے چھٹے کانڈ میں ایک منتر آتا ہے -

यथा मांसं यथा सुरा यथाक्षा अधिदेवने ।
यथा पुंसो वृषण्यतः स्त्रियां निहन्यते मनः ॥
(६।७०।१)

یہ چار چیزیں ہیں - جن سے من پتت ہوتا ہے - مانس، شراب، جوا - اور پرائی استری یا پرائے پرش
کے ساتھ جنسی سمبندھ - دیکھو اس میں مانس کی بات سب سے پہلے کہی ہے - یہ چاروں باتیں انسان کے
من کو مار ڈالتی ہیں - اتنا میلا اسے کر دیتی ہیں کہ پھر اسے صاف کرنے میں برسوں لگ جاتے ہیں - سوادھیائے
کا مطلب یہ ہے کہ ہر روز اپنے سوکھشم شریر کی کتاب کو دیکھو - دیکھو کہ ان چاروں میں سے کوئی بات تو اس میں

لکھی نہیں گئی۔ اگر لکھی گئی ہے تو سنبھلو۔ جو ہر روز پڑھتا ہے۔ ہر روز دیکھتا ہے۔ وہ کبھی نہ کبھی سنبھلتا ہے ضرور۔ اور پھر اگر اب نہیں پڑھو گے۔ تو ایک نہ ایک دن یہ کتاب پڑھنی پڑے گی ضرور۔ کھُل کر وہ سامنے آجائے گی اور ایک ایک کر کے اُس کے ورق اُٹھینگے۔ ایک ایک کر کے سب کچھ سامنے آئے گا۔ جب سانس ختم ہونے لگتے ہیں جب ہچکی بندھ جاتی ہے۔ جب موت سامنے آکر کھڑی ہو جاتی ہے اس وقت یہ کتاب خود بخود کھُلتی ہے۔ انسان اسے دیکھتا ہے۔ دیکھتا ہے کہ اس میں بہت سی بُری باتیں لکھی گئی ہیں۔ دیکھتا ہے کہ انہیں اب بدلا نہیں جا سکتا۔ دیکھتا ہے کہ ان کی وجہ سے آگے کتنے ہی دُکھ آنے والے ہیں۔ تب وہ روتا ہے۔ آنکھوں سے پانی کی دھارا بہنے لگتی ہے۔ آس پاس بیٹھے ہوئے لوگ کہتے ہیں "اب نیر جاری ہو گیا۔ اب یہ بچے گا نہیں"۔

واقعی نہ بچے گا نہیں۔ لیکن یہ نیر کیا ہے؟ پشچاتاپ کے وہ آنسو جو سوکھشم شریر کی کتاب کو دیکھ کر بہتے ہیں۔ ایک ایک پنّا مرنے والے کے سامنے آتا ہے۔ ہر پنّے پر لکھا ہے۔ تم نے یہ بُرا کام کیا۔ تم نے وہ بُرا کام کیا۔ اور آخری پنّے پر لکھا ہے۔ اب تم بچھو بنو گے۔ سانپ بنو گے۔ سُور بنو گے۔ اب تم وہاں جا کر گرو گے جہاں دُکھ کے سوائے سُکھ نہیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر وہ اہا کار دے گا نہیں تو اور کیا کریگا آنکھوں سے آنسو نہیں بہینگے تو اور کیا ہو گا؟۔ لیکن

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت

اب رونے سے کیا بنے گا؟۔ رونا تھا تو اس وقت روتے جب جیون تھا۔ جب اس مَیل کو دھونے کا جتن ہو سکتا تھا۔ اُس وقت سنبھلنا چاہیئے تھا۔ اُس وقت سوادھیائے کرنا چاہیئے تھا اس سُوکھشم شریر کا۔ اُس وقت جتن کر کے اس پر اچھی باتیں لکھنی چاہیئے تھیں۔

لیکن بھی لوگ تو آخری وقت پر نہیں روتے۔ جو سوادھیائے کرتے ہیں سُوکھشم شریر کو جو ہر روز اُس پر کوئی اچھی بات لکھنے کا جتن کرتے ہیں۔ اُن کے سامنے بھی آخری وقت یہ کتاب آتی ہے۔ اُس کے ایک پنّے پر لکھا ہے۔ تُو نے فلاں وقت ایک اناتھ بچّے کو فیس دے کر پڑھایا ایک اور پنّے پر لکھا ہے۔ فلاں وقت وہ اندھی بڑھیا راستہ بھٹک گئی تھی تو نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے ٹھیک راستے پر چلا دیا۔ فلاں جگہ کنواں بنوا دیا۔ تالاب بنوا دیا۔ مندر بنوا دیا۔ اور آخری پنّے پر لکھا ہے۔ اب تُو بہتر جیون میں جائے گا۔ اُونچے لوگوں میں جائے گا۔ ایسا آدمی روتا نہیں۔ روئے کیوں؟۔ میں نے گندے پھٹے ہوئے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ کوئی مجھے سُندر کپڑے لا کر دیدے تو کیا میں روؤں گا؟ ایک آدمی ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے میں رہتا ہے۔ آپ اُسے محل بنوا دیتے ہیں۔ کہتے ہیں چل اِس محل میں چل کے رہ۔ یہ محل تیرا ہے۔ تب وہ روئے گا نہیں۔ ہنسے گا۔ پکار کے!

کہے گاہ ۔ جا مرنے تے جگ ڈرے میرے من آنند
مرنے ہی تے پائیے۔ پُورن پرمانند

یہ ہے سوادھیائے کی مہما۔ ہر روز سوادھیائے کرنے سے من اُوپر اُٹھتا ہے۔ مانسک سادھنا کے مارگ پر انسان آگے بڑھتا ہے۔

اب ست سنگ کی بات سُنئے۔ آریہ سماج قرول باغ میں ہر روز یہ ست سنگ ہوتا ہے۔ آپ اس میں آتے ہیں۔ بہت بڑی قسمت ہے آپ کی۔ اور دھنیہ ہیں یہ لوگ جو اس ست سنگ کا انتظام کرتے ہیں۔ جیسے کوئی مندر میں جھاڑو دیتا ہے۔ اس کی گندگی صاف کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ ست سنگ ہے یہ وہ گنگا ہے جس سے من کا میل دُھل جاتا ہے۔ ایسا جادو ہے جو انجانے میں اثر کرتا ہے۔

ایک وکیل کی بات سناتا ہوں آپ کو۔ وکیل صاحب کبھی کبھی ست سنگ میں جاتے تھے۔ اُن کا سات برس کا بچہ بھی ساتھ جاتا تھا۔ وہاں ایک آدمی نے ایک بار گانا گایا "کڑوے بول نہ بول"۔ بچے کو یہ گانا اچھا لگا۔ اس نے یاد کر لیا۔ جب کبھی اس کو وقت ملتا تب وہ اس گیت کو گاتا پھرتا "کڑوے بول نہ بول"۔ ایک دن وکیل صاحب اور ان کی دھرم پتنی میں ہو گئی ان بن۔ رُوٹھ گئے دونوں۔ کئی دن بیت گئے۔ ایک دوسرے سے بولے نہیں لیکن پتی پتنی آخر کب تک روٹھے رہیں۔ پتی کے من میں بار بار آئے کہ وہ مان جائے پتنی کے من میں بھی آئے۔ لیکن دونوں کی یہ اچھیا کہ پہل دوسرا کرے۔ پتی دفتر سے آتے۔ اپنے کمرے میں جا کر بیٹھ رہتے۔ پتنی کھانا بنا کر نوکر کے ہاتھ بھیج دیتی۔ پہل ہونے میں نہ آتی۔ ایک دن وکیل صاحب دفتر سے آئے۔ اپنے کمرے میں چلے گئے۔ ان کے ننھے بچے نے ان کے کمرے میں آکر گانا شروع کیا — "کڑوے بول نہ بول"۔ وکیل صاحب کے دل میں ایک آشا جاگ اُٹھی۔ بچے سے بولے: "بیٹا۔ یہ گیت اپنی ماں کے کمرے میں جا کر گا"۔ بچہ ماں کے کمرے میں گیا۔ وہاں جا کر گانے لگا: "کڑوے بول نہ بول"۔ ماں نے کہا: "یہاں کیا گاتا ہے۔ جا اپنے پتاجی کے کمرے میں جا کر گا"۔ بچہ پھر پتاجی کے کمرے میں پہنچا۔ بولا: "کڑوے بول نہ بول"۔ پتا نے کہا: "ارے تجھے ماں کے کمرے میں جا کر گانے کو کہا تھا نا؟ وہاں جا کر گا"۔ بچہ پھر ماں کے کمرے میں پہنچا۔ ماں نے کہا: "ارے تجھے پتا کے کمرے میں جانے کے لئے کہا تھا۔ جا وہاں جا کر گا"۔ بچے نے دونوں کمروں کے بیچ جا کر کہا: "تم دونوں تو مجھے گانے نہیں دیتے۔ میں اب یہیں کھڑا ہو کر گاؤں گا"۔ اور وہ گانے لگا: "کڑوے بول نہ بول۔ رے بھائی کڑوے بول نہ بول"۔ پتا اور ماتا دونوں نے بچے کی بھولی بات کو سُنا۔ دونوں ہنس پڑے۔ ہنسی کے اس فوارے میں غصے کی دیوار ٹوٹ گئی۔ دونوں بچے کے پاس آ گئے۔ ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ کے ہنستے ہوئے بولے: "کڑوے بول نہ بول"۔ گھر میں مسکراہٹیں چمک اُٹھیں

کرودھ کے بادل ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ روشنی جاگ اٹھی۔

کیوں ؟ — اس لئے کہ وہ ننھا سا بچہ ست سنگ سے ایک چھوٹا سا گیت سیکھ آیا تھا۔ کرودھے برل نہ بولی ۔ ایسے یہ ست سنگ جادو ہے ۔ اس طرح اثر کرتا ہے کہ کبھی بار پتہ بھی نہیں لگتا کہ کب اثر ہوا۔ ۰ ۰

وشوامتر کا مہرشی وسشٹھ سے جھگڑا تھا ۔ وشوامتر بہت ودوان تھے ۔ بہت تپ انہوں نے کیا پہلے مہاراج تھے ۔ پھر سادھو ہو گئے ۔ وسشٹھ ہمیشہ ان کو راج رشی کہتے تھے ۔ وشوامتر کہتے تھے ۔ میں سنے برہمنوں جیسے سبھی کرم کئے ہیں ۔ مجھے برہم رشی کہو ۔ وسشٹھ مانتے نہیں تھے ۔ کہتے تھے تمہارے اندر کرودھ بہت ہے ۔ تم راج رشی ہو ۔

ارے یہ کرودھ بہت بُری بلا ہے ۔ سوا کروڑ نہیں سوا ارب گائتری کا جاپ کر لو ۔ ایک بار کا کرودھ اس کے سارے پھل کو نشٹ کر دیتا ہے ۔

وشوامتر واقعی غصیل تھے ۔ غصے میں انہوں نے سوچا ۔ میں اس وسشٹھ کو ہی مار ڈالوں گا ۔ پھر مجھے برہم رشی کی بجائے راج رشی کہنے والا کوئی رہے گا نہیں ۔ ایسا سوچ کر ایک چھرا لے کر وہ اس درخت پر جا بیٹھے جس کے نیچے بیٹھ کر مہرشی وسشٹھ اپنے شاگردوں کو پڑھاتے تھے ۔ شاگرد آئے درخت کے نیچے بیٹھ گئے ۔ وسشٹھ آئے ۔ اپنے آسن پر براجمان ہو گئے ۔ شام ہو گئی ۔ پورب کے آکاش میں پورنماشی کا چاند نکل آیا ۔ وشوامتر سوچ رہے تھے ۔ ابھی سب ودیارتھی چلے جائیں گے ۔ ابھی وسشٹھ اکیلے رہ جائیں گے ابھی میں نیچے کودوں گا ۔ ایک ہی وار میں اپنے دشمن کا انت کر دوں گا ۔ تبھی ایک ودیارتھی نے نئے نکلے ہوئے چاند کی طرف دیکھ کر کہا " کتنا مدھر چاند ہے وہ ۔ کتنی سندرتا ہے اس کے اندر ۔" وسشٹھ نے چاند کی طرف دیکھا ۔ بولے " اگر تم رشی وشوامتر کو دیکھو ۔ تو اس چاند کو بھول جاؤ ۔ یہ چاند سندر ہے مزدور ۔ لیکن رشی وشوامتر اس سے بھی زیادہ سندر ہیں ۔ اگر ان کے اندر کرودھ کا کلنک نہ ہو تو وہ سورج کی طرح چمک اٹھیں ۔" ودیارتھی نے کہا ۔ " لیکن مہاراج وہ تو آپ کے دشمن ہیں ۔ جگہ جگہ آپ کی نندا کرتے ہیں ۔" وسشٹھ بولے " میں جانتا ہوں ۔ لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے زیادہ ودوان ہیں ۔ مجھ سے زیادہ تپ انہوں نے کیا ہے ۔ مجھ سے زیادہ مہان ہیں وہ ۔ میرا ماتھا اُن کے چرنوں میں جھکتا ہے ۔"

درخت پر بیٹھے وشوامتر اس بات کو سن کر چونک اُٹھے ۔ وہ وہاں بیٹھے تھے اس لئے کہ وسشٹھ کو مار ڈالیں اور وسشٹھ تھے کہ ان کی تعریف کرتے نہیں تھکتے تھے ۔ ایک دم وہ نیچے کود پڑے ۔ چھرے کو ایک طرف پھینک دیا ۔ وسشٹھ کے چرنوں میں گر کر بولے " مجھے کھشما کرو ۔" وسشٹھ پیار سے انہیں اُٹھا کر بولے " اُٹھو برہم رشی ! "

وشوامتر نے حیرت سے کہا۔ برہم رشی .... آپ نے مجھے برہم رشی کہا۔ لیکن آپ تو یہ مانتے نہیں ہیں۔
وسشٹھ بولے۔ "آج سے تم برہم رشی ہوئے تمہارا پرش۔ تمہارے اندر جو چنڈال تھا۔ وہ نکل گیا۔"

یہ ہے ست سنگ کا جادو۔ لاہور میں رہتے تھے ایک چھجو بھگت۔ کئی لوگوں نے ان کا چوبارہ دیکھا
ایک دن وہ اپنے اس چوبارے میں بیٹھے تھے۔ کچھ اور لوگ بھی اُن کے ساتھ تھے۔ نیچے پھل بیچنے والا ایک آدمی آیا
آواز دے کر اس نے کہا۔ "اچھے سنگترے۔ اچھے سنگترے بھائی اچھے سنگترے۔" چھجو اپنے ساتھیوں کی طرف
دیکھ کر بولے۔ سنتے ہو۔ یہ آدمی کیا کہتا ہے۔ ساتھیوں نے کہا۔ سنگترے بیچتا ہے بھگت جی! بھگت بولے تم سمجھے نہیں غور سے
سنو۔ وہ کہتا ہے۔ "اچھے سنگ ترے" جو اچھے لوگوں کا سنگ کرتا ہے وہ تر جاتا ہے۔ یہ ہے ست سنگ کی مہما۔ مانک سا دھنا کیلئے
یہ دوسری ضروری بات ہے ــ تیسری بات ہے سیوا۔ لیکن سیوا کا مطلب کیا ہے؟ تین طرح کی طاقت انسان کے پاس ہوتی ہے
باہو بل۔ بدھی بل اور دھن بل۔ اس طاقت کو صرف اپنے لئے نہیں! بلکہ دوسروں کی بہتری کے لئے بھی استعمال
کرنا یہ سیوا ہے۔ مہرشی دیانند نے آریہ سماج کے نیموں میں یہ بات صاف طور پر لکھی۔ یہ بھاونا کوٹ کوٹ
کر بھرنے کا جتن کیا۔ انہوں نے کہا۔

"سنسار کا اُپکار کرنا آریہ سماج کا مکھیہ اُدیشیہ ہے۔ ارتھات
شاریرک، آتمک اور سماجک اُنتی کرنا۔"

آریہ سماج، صرف اس دیش کے لئے نہیں ہے۔ سبھی دیشوں کے لئے ہے۔ کسی ایک راشٹر کے
لئے نہیں ہے۔ سبھی راشٹروں کے لئے ہے۔ آریہ سماج نہ دھرم ہے نہ مذہب نہ سمپردائے۔ وہ ایک
اندولن ہے۔ جس کا مقصد ہے انسان کو سُکھی بنانا۔ جتنی طاقت ہمارے پاس ہے۔ اسے دُوسروں
کی بھلائی کے لئے خرچ کر دینا۔ اسی لئے مہرشی نے آریہ سماج کے نیموں میں لکھا۔

پرتیک کو اپنی ہی اُنتی سے سنتشٹ نہیں ہونا چاہیئے
بلکہ دُوسروں کی اُنتی میں اپنی اُنتی سمجھنی چاہیئے ..."

یہ ہے سیوا کی بھاونا۔ سیوا سے من بہت جلدی صاف ہوتا ہے۔ ابھیمان مٹ جاتا ہے۔ اس سے
پاپ مٹ جاتا ہے۔ اس لئے جتنی بھی طاقت ہے اس کے مطابق اپنے جیون میں سیوا کرو۔ اور کچھ نہیں
کر سکتے تو اپنے محلے کے بچوں کو اکٹھا کر کے اُنہیں پڑھنے میں مدد دو۔ پڑھا نہیں سکتے تو انہیں دوڑنا
سکھاؤ، پریڈ کرنا سکھاؤ۔ یہ بھی نہیں کر سکتے تو انہیں ادب سے اُٹھنا بیٹھنا، کھانا، پینا سکھاؤ ــ یہ
بھی نہیں کر سکتے تو آریہ سماج مندر میں آجاؤ۔ اپنے ہاتھ سے یہاں جھاڑو دو۔ لوگوں کے جُوتے
سنبھالنے کی سیوا کرو۔ یہ بھی نہ ہو تو بازار میں چلے جاؤ ــ جہاں کیلے کی دُکان ہے وہاں کھڑے

ہو جاؤ۔ لوگ عموماً دکان سے کیلا لیتے ہیں۔ وہیں چھیل کر اسے کھاتے ہیں۔ چھلکے کو سڑک پر پھینک دیتے ہیں۔ تم ان چھلکے کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دو۔ جہاں وہ کسی کے پاؤں کے نیچے نہ آئے۔ کسی کے پھسلنے کا کارن نہ بنے۔ معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے یہ۔ لیکن کیلے کا چھلکا غلط جگہ پر پڑا ہو تو کیسے بھیانک نتائج پیدا کرتا ہے یہ تو میں نے دیکھا۔ رُڑکی میں ایک سجن رہتے تھے۔ اُن کی بیوی بہت بیمار تھی۔ گھر سے شیشی لے کر وہ ڈاکٹر کے پاس گئے کہ جلدی سے دوائی لا کر پتنی کو پلائیں۔ دوڑے ہوئے چلے جاتے تھے کہ راستے میں کیلے کا ایک چھلکا پاؤں کے نیچے آ گیا۔ اس پر پھسلے۔ سڑک پر جا گرے۔ ہاتھ کی شیشی ٹوٹ گئی۔ ٹوٹی ہوئی شیشی گردن میں لگی۔ بڑی نس کٹ گئی۔ وہیں مر گئے۔ اگر اس چھلکے کو کسی نے اُٹھا دیا ہوتا۔ تو ایک آدمی کی جان بچ جاتی۔ سیوا چھوٹی ہو یا بڑی۔ وہ ہمیشہ مہان ہوتی ہے۔ ہمیشہ اس کی اہمیت ہوتی ہے۔

آریہ سماج دیش کے اندر آگے بڑھا تو نشچت رُوپ سے اس لئے کہ اس نے سیوا کے کاریہ کو اپنایا۔ جہاں کہیں۔ جب کبھی جو کوئی بھی کشٹ ہوا وہاں آریہ سماج کے کاریہ کرتا پہنچ گئے۔ کہیں بھونچال آ جائے یا سیلاب تھا۔ کال پڑ جائے یا بلوہ ہو جائے۔ آگ لگ جائے یا پانی پھٹ پڑے۔ آریہ سماج کے سیوک وہاں پہنچے۔ کانگڑے کا بھونچال مجھے یاد ہے۔ میں نے بھی وہاں کچھ کاریہ کیا۔ میں نے بھی ٹوکری اُٹھائی۔ ۱۹۰۵ء میں زمین وہاں پر ہلی۔ پہاڑ ہلے۔ چٹانیں ہلیں۔ دھرتی کا سینہ پھٹ گیا۔ مکان گرے۔ یاتری اُن میں دب گئے پجاری دب گئے۔ آریہ سماج سب سے پہلی جماعت تھی جس نے اپنے سویم سیوکوں کو وہاں پر بھیجا۔ ڈی۔ اے۔ وی کالج کے ودیارتھی وہاں گئے۔ جھونپڑیاں بنائیں انہوں نے۔ سیوا کا کام شروع کر دیا۔ بیکانیر میں قحط پڑا تو سورگباشی لالہ لاجپت رائے جی اور مہاتما ہنسراج جی وہاں پہنچ گئے۔ گاؤں گاؤں میں ریلیف کے سنٹر کھول دئیے گئے۔ جگہ جگہ کام ہونے لگا۔ اسی طرح ہر جگہ کام ہوا۔ چاہے کوئٹے کا بھونچال ہو یا مالابار کا ہتیا کانڈ ایبٹ آباد کا فساد ہو یا کوہاٹ کا بلوہ۔ چھتیس گڑھ اڑیسہ کے اندر۔ بہار کے اندر۔ ہر جگہ۔ ہر بار آریہ سماج اس طرح پہنچا جیسے سیوا ہی اس کا پرم اُدیش ہے۔ ہر جگہ پہنچ کر اس نے سیوا کی۔ میرا سوبھاگیہ تھا کہ مجھے ان میں سے ہر جگہ جانے کا موقع ملا۔ پوجیہ مہاتما ہنسراج جی نے ہر جگہ مجھ کو بھیجا۔ ہر جگہ سیوا کرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ اس کام سے کتنی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ من کتنا نرمل ہوتا ہے۔ بہار میں زلزلہ آیا تو میں کلکتہ میں تھا۔ مہاتما ہنسراج جی کا تار وہاں پہنچا کہ بہار میں پہنچو۔ دیکھو کہ امداد اور سیوا کا کام کیسے کرنا ہے۔ پنڈت رشی رام جی کو اور سیٹھ دیپ چند جی پودار کے پریوار کے شری آنندی پرشاد کو ساتھ لے کر میں بہار میں پہنچا۔ مونگھیر کے نگر میں جا کر دیکھا کہ وہاں ہزاروں لوگ دب گئے ہیں۔ دوپہر کے وقت بھونچال آیا۔ دوکانیں کھلی تھیں خریدار دکانوں میں سامان خرید رہے تھے۔ بھونچال نے سب کو گرتی دیواروں اور چھتوں کے نیچے دبا دیا۔

دُکاندار بھی دب گئے۔ گاہک بھی۔ ملبے کو ہٹانے کا کام شروع ہوا۔ تو پہلے دن کافی زندہ لوگ نکلے۔ کچھ زخمی۔ کچھ سسکتے ہوئے۔ کچھ ٹھیک۔ تیسرے اور چوتھے دن بھی کچھ زندہ لوگ نکلے۔ باقی صرف لاشیں۔ جوں جوں دن گذرتے گئے توں توں صرف لاشیں ہی لاشیں ملنے لگیں۔ لیکن سولھویں دن ایک مکان کا ملبہ اٹھایا گیا تو ایک آدمی بالکل اچھا بھلا، بالکل زندہ نکل آیا۔ اُسے دیکھ کر ہم کس قدر حیران ہوئے۔ کس طرح ایشور وشواس ہمارے دلوں میں جھوم کے جاگ اُٹھا۔ یہ تو ہم ہی جانتے ہیں۔ ہم نے اُس سے پوچھا کہ تو اتنے دن زندہ کیسے رہا! وہ بولا۔ میں کیلے بیچتا ہوں۔ کیلوں کا ڈھیر اپنے پاس رکھے بیٹھا تھا۔ کہ زمین ہل اُٹھی۔ چھت کا شہتیر میرے اوپر آکر گرا۔ باقی چھت اس کے اوپر آئی۔ اس لئے مجھے چوٹ نہیں لگی۔ تبھی زمین ایک بار پھر ہلی۔ میرے اوپر گرے ملبے میں سے ایک طرف سے ہوا آنے لگی۔ پتہ نہیں کس طرف سے۔ لیکن اُس ہوا نے مجھے مرنے سے بچا دیا۔ تبھی زمین ایک بار پھر ہلی۔ دُکان کا فرش پھٹ گیا۔ اُس سے پانی اُچھل پڑا۔ اتنے دنوں تک میں اس پانی کو پی کر اور کیلے کھا کر گذارہ کرتا رہا۔ کل کیلے ختم ہو گئے۔ آج پانی بھی تھوڑا رہ گیا۔ میں نے سمجھا میں بچوں گا نہیں۔ لیکن تبھی ملبے کے اُس پار کدالوں کی آواز آنے لگی۔ آپ نے مجھے باہر نکال لیا۔" اس آدمی کو دیکھ کر نہ صرف میرے دل نے پکار کے کہا۔

جا کو راکھے سائیاں۔ مار سکے نہ کو

بال نہ بینکا کر سکے۔ جو جگ بیری ہو

بلکہ ایسی خوشی اس میں ناچ اُٹھی جیسی پہلے کبھی ہوئی نہ تھی۔ یہ ہے سیوا کا پھل۔ سیوا سے مانسک بل بڑھتا ہے۔ مانسک سادھنا پوری ہوتی ہے۔ سیوا انسان کو بہت اوپر لیجاتی ہے۔

لیکن جو لوگ ادم کا جاپ کرنا چاہتے ہیں اُن کے لئے صرف شاریرک اور مانسک سادھنا تو کافی نہیں۔ آتمک سادھنا بھی اس کے لئے ضروری ہے۔ آتمک سادھنا کا مارگ ہے شردھا۔ آج کل کی تہذیب کا سب سے بڑا پاپ یہ ہے کہ اس نے انسان کی شردھا کو ذبح کر دیا ہے۔ ہر جگہ نکتہ چینی، ہر جگہ دلیل بازی۔ ہر جگہ بال کی کھال اُتارنا۔ یہی ہم نے سیکھ لیا ہے۔ لیکن یہ کلیان کا مارگ تو نہیں ہے چین کا مارگ بھی نہیں ہے۔ شردھا کے بنا آتما کی اُنتی کے مارگ پر ایک بھی قدم اُٹھایا نہیں جا سکتا۔ رگوید کے دسویں منڈل کے ۱۵۱ویں سوکت میں آتا ہے۔

श्रद्धयाऽग्निः समिध्यते श्रद्धया हूयते हविः ।
श्रद्धां भगस्य मूर्धनि वचसा वेदयामसि ॥१॥

شردھا سے اگنی جلتی ہے۔ شردھا سے اس میں آہوتی ڈالی جاتی ہے۔ شردھا ہی ایشور ہے۔ شردھا

ہی آنند کی چوٹی ہے۔ ہم اُونچی آواز سے کہتے ہیں کہ شردھا کے بنا کوئی کام نہیں ہو سکتا ۔۔۔۔

یہ ہے شردھا کی عظمت ۔ اپنے اندر شردھا پیدا کرو۔ اس کے بنا آتم اُنتی کے مارگ پر ایک قدم بھی تم چل نہیں سکو گے۔ یہی نہیں ۔ وید بھگوان آگے چل کر کہتے ہیں ۔

"شردھا کے بنا نہ وایو رکھشا کرتی ہے۔ نہ جل ۔ نہ اگنی ۔ شردھا سے ہی خوشحالی اور بہبودی ملتے ہیں سُکھ ملتا ہے اور چین ملتا ہے ۔۔۔۔ (منتر چوتھا)

اس سے اگلے منتر میں کہا ہے ۔

"شردھا کو ہم صبح کے وقت بلاتے ہیں ۔ شردھا کو ہم دوپہر کے وقت بُلاتے ہیں۔ شام کے وقت بُلاتے ہیں ۔ رات کے وقت بلاتے ہیں ۔ ہے شردھا ! ۔ تو ہی ہماری ساری کامناؤں کو پورا کرنیوالی ہے ۔۔۔۔" (منتر پانچواں)

یہ شردھا کی مہما ہے ۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ شردھا بڑھے گی کیسے ؟ ۔ اس کے تین طریقے ہیں (۱) دھیان (۲) گیان (۳) اٹل وشواس ۔

دھیان کیا ہے ؟ اس کا جواب اُس بات چیت سے ملتا ہے جو بھگوان رام اور گورو دیو وسشٹھ کے درمیان ہوئی ۔ بھگوان رام نے پوچھا ۔" گورو دیو ! ۔ اس شریر کو ہم سب کچھ کھلاتے ہیں ۔ آتما کو کیا کھلائیں ؟"

بھگوان رام ہی ایسا مہان سوال پوچھ سکتے تھے ۔ گورو وسشٹھ ہی اس کا جواب دے سکتے تھے ۔

آجکل تو کوئی آتما کی بات ہی نہیں کرتا ۔ آجکل جسم ہی ہمارے سامنے ہے ۔ اس کو کھلاؤ ۔ پلاؤ ۔ اس کے لئے کپڑے سلواؤ ۔ اس کے لئے مکان بناؤ ۔۔۔ اور پھر ایک دن اسے مرگھٹ میں لیجا کر چھوڑ آؤ ۔ یہ ہے اس کا انجام ۔ کتنے لوگ ہر روز وہاں پہنچتے ہیں ۔ کتنے لوگ اس بات کو یاد رکھتے ہیں ۔ کہ آخر اسے وہاں جانا ہے کتنے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جسم میں نہیں ہوں ۔ میں اس سے الگ ہوں ۔ جُدا ہوں ۔

کئی بھائی مجھے کہتے ہیں ۔" آنند سوامی ! ہمیں اپنے ساتھ رکھ لے :

میں پوچھتا ہوں ۔" کیا کرو گے ساتھ رہ کر ؟"

وہ کہتے ہیں ۔" آنند سوامی کی سیوا کریں گے :

میں ہنس کر کہتا ہوں ۔" بھائی اس کی سیوا تم کیا کرو گے ۔ اس کی سیوا میں جو کرتا ہوں ۔ ایسی سیوا کرتا ہوں جیسی تم کر نہیں سکتے ۔ اسے کھلاتا ہوں ۔ پلاتا ہوں ۔ نہلاتا ہوں ۔ کپڑے پہناتا ہوں ۔ اسے غسل خانے میں بھی لیجاتا ہوں ۔ تم کیا اس کی اتنی سیوا کر سکتے ہو ؟

میں یہ نہیں کہتا کہ شریر کی رکھشا نہیں کرنی چاہیئے ۔ کرنی چاہیئے ضرور ۔ کیونکہ آتما اس کے اندر ہے

ہی اس کی قیمت ہے۔ یہ شہنشاہ جب چلا جاتا ہے۔ تب اس جھونپڑے کی کوئی بھی قیمت نہیں رہتی۔ تب سب لوگ کہتے ہیں اسے جلدی لے چلو۔ مرگھٹ میں چھوڑ آؤ۔

پچھلے سال میں کیلاش کی یاترا کے لئے گیا تھا نا؟ ۔ بھارت سے تبت کی طرف بڑھیں۔ تو بیچ میں لیپو لیک گھاٹی ۱۶۷۵۰ فٹ اونچی پہاڑی آتی ہے۔ اسے گذر کر نیچے تبت کا چٹیل اور ریتلا میدان آتا ہے۔ ساگر کی سطح سے ۱۵۰۰۰ فٹ اونچا۔ اس لئے اسے دُنیا کی چھت کہتے ہیں۔ ۲۷ دن اس وسیع میدان میں ہم گھومتے رہے۔ ہر طرف چٹانیں۔ ہر طرف ریت۔ ہر طرف چھوٹی چھوٹی برفانی ندیاں۔ ہریاول نام کی کوئی چیز نہیں وہاں پر۔ کوئی درخت نہیں۔ پودا نہیں۔ ایک دن میں نے حیرت کے ساتھ اپنے گائیڈ سے پوچھا۔ "کیچ کھمبا! ۔ اس دیش میں درخت تو ہے نہیں۔ لکڑی بھی نہیں۔ مر جانے پر لوگوں کو جلاتے کیسے ہیں؟"۔

کیچ کھمبا نے کہا۔ "آگے چل کر بتاؤں گا"

آگے گئے ہم تو دائیں طرف ریت کا ایک اونچا ٹیلا تھا۔

کیچ کھمبا نے کہا۔ "یہ ہے وہ جگہ جو آپ پوچھتے تھے۔ اسے پیری کہتے ہیں۔ تین پجاری یہاں رہتے ہیں۔ جب کسی کے ہاں کوئی آدمی مرتا ہے۔ تو اس کے رشتہ دار اسے یہاں لے آتے ہیں۔ پجاری مُردے کو کاٹ کر۔ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے اس ٹیلے پر ڈال دیتے ہیں۔ تب شنکھ بجاتے ہیں شنکھ کے بجتے ہی سینکڑوں پرندے آکر اُن ٹکڑوں کو کھانے لگتے ہیں۔ کچھ ہی دیر میں ساری لاش ختم ہو جاتی ہے"۔

میں نے اس ٹیلے کی طرف دیکھ کر دل ہی دل میں کہا۔ "ہے بھگوان! مجھے تو تبت میں مت مارئیو۔ قرول باغ میں چل کر مارئیو۔ نہیں تو یہاں تو مردہ ہی خراب ہو گا۔ لیکن مردہ خراب ہو یا اچھا ہو۔ اس جسم کی قیمت کیا ہے۔ بہت سنبھال سنبھال کے ہم اسے رکھتے ہیں۔ پھر ایک دن مٹی میں دفنا دیتے ہیں۔ ندی میں بہا دیتے ہیں۔ آگ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ یا ٹکڑے ٹکڑے کر کے پرندوں کے آگے ڈال دیتے ہیں۔ کہ وہ آئیں اور اسے ختم کر دیں۔ اس کی قیمت صرف تب تک ہے جب تک آتما اس کے اندر ہے آتما کی وجہ سے ہی اس کی قیمت ہے۔ اور جس کی وجہ سے قیمت ہے۔ اس کی ہم کبھی چنتا نہیں کرتے اس کے متعلق کبھی یہ بھی نہیں سوچتے کہ آج اسے کچھ کھلایا کہ نہیں۔

یاد رکھو اے دنیا کے لوگو۔ آتما اگر بھوکی رہے گی تو کبھی کچھ نہیں بنے گا۔ شریر کو بھوجن دو ضرور۔ جب تک اس کے اندر آتما ہے تب تک۔ اسے بھوجن دینا ضروری ہے۔۔ لیکن یہ مت

بھولو کہ جس کی وجہ سے شریر کی رکھشا کرتے ہو۔ اس کو بھوجن دینا بھی ضروری ہے۔

اسی لئے بھگوان رام نے پُوچھا۔ گورودیو! شریر کو ہم ہر روز بھوجن دیتے ہیں۔ آتما کو کیا کھلائیں؟

گرو دیو وسشٹھ نے جواب دیا۔ رام جی۔ اس آتما کی بھینٹ دھیان ہی ہے اور دھیان ہی اس کا اُپہار اَرچن ہے۔ وہی اس کی پُوجا ہے۔ اُس کے بنا یہ آتما کبھی پراپت نہیں ہوتا :

ध्यानोपहार एवात्मा ध्यानमस्य महार्चनम् ।
विना तेनेतरेणायमात्मा लभ्यत एव नो ॥

تو شردھا کو پیدا کرنے کے لئے پہلی چیز یہ ہے۔ دھیان۔ مہرشی دیانند نے بھی کہا۔ ہر آریہ کو ہر روز کم سے کم دو گھنٹے دھیان لگانا چاہیئے۔ کیونکہ دھیان کے بنا آتما میں جاگرتی پیدا نہیں ہوتی۔ وہ پرکاشت نہیں ہوتی۔

میرا انوبھو بھی یہی کہتا ہے کہ جب تک دھیان میں نہ جاؤ تب تک آتما کا پتہ نہیں لگتا۔ دھیان میں پہنچ کر ہی اس کے درشن ہوتے ہیں۔ دھیان میں ہی وہ رتم بھرا بدھی پیدا ہوتی ہے۔ جو اصلیت کو سامنے لا کر کھڑا کر دیتی ہے۔ اس کے پیدا ہوتے ہی اندر کی جیوتی جاگ جاتی ہے۔ اندھیرے کا ناش ہو جاتا ہے۔

دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ چور اُچکے اور دُوسرے گناہگار تبھی تک بے خوف گھومتے ہیں جب تک سورج کی روشنی نہ ہو۔ سورج کی روشنی ہوتے ہی وہ سب بھاگتے ہیں۔ کہیں دکھائی نہیں دیتے۔

اندر کی دنیا میں بھی یہی حال ہے۔ اندر کا سورج جب چمکتا ہے۔ اپنی اس روشنی کو پھیلنے لگتا ہے جو کروڑوں داربوں سورجوں کی روشنی کے جیسی ہے۔ تب پاپ اور اناچار کے چور بھاگ جاتے ہیں۔ اندھیرا بھاگ جاتا ہے۔ سیاہی بھاگ جاتی ہے۔ تب اس مہان جیوتی میں آتما کے درشن ہوتے ہیں۔ کیسے ہوتے ہیں؟ — یہ کبھی پھر بتاؤں گا۔

دھیان کے بعد "شردھا" کو پیدا کرنے کا دوسرا سادھن "گیان" ہے۔ گیان دو قسم کا ہے ایک پرکرتی کے سمبندھ میں۔ دُوسرا آتما کے سمبندھ میں۔ یہ بجلی، زمین، پھل، پھول، پتے۔ درخت، پہاڑ ندیاں، تارے، ستارے، چاند، سورج، ہوا، پانی، آگ — یہ سب پرکرتی ہیں۔ پرکرتی کے مختلف روپ — ان کے متعلق گیان کو حاصل کر کے آتما کے متعلق اصلیت کو جاننا پڑتا ہے۔ سمجھنا پڑتا ہے کہ آتما کیا ہے اور وہ کیا ہے جو آتما نہیں ہے۔

پنجاب میں مکان بنانے سے پہلے لوگ "گو" بناتے ہیں۔ دہلی میں شاید اُسے "پیڈ" کہتے ہیں۔

پرکرتی کے گیان سے آتما کا گیان حاصل کرنے کے لئے "پیڈ" بنائی جاتی ہے۔

اِس کو کہتے ہیں "اودیا" کے ذریعے "ودیا" کو حاصل کرنا۔ "اناتم" کی کھوج سے "آتم" کے پاس پہنچنا

پرکرتی کے روپ کو اچھی طرح دیکھ لینے اور سمجھ لینے کے بعد بھگت جب آتما کو دیکھتا ہے تو پکار کے کہتا ہے
- اد بھگنی پایا ! - مَیں نے تجھے دیکھ لیا - میں نے تیری اصلیت کو پہچان لیا - پیٹ بھر گیا میرا - اب میں اس
کے پاس جاؤں گا - جو تیری طرح چنچل نہیں - بدلتا نہیں - دھوکے نہیں کھاتا - جو شانت اور نشچل ہے
جو سب کو چلاتا ہے خود نہیں چلتا - جو سب کو کھلاتا ہے خود نہیں کھاتا - جو سب کو دیکھتا ہے - سب کو
جانتا ہے - اُس کے پاس جانا ہے مجھے - وہ میرا ہے - تُو میری نہیں - تُو کسی کی بھی نہیں - یہ ہے گیان
کی مہما - گیان سے شردھا پیدا ہونے کا طریقہ -

تیسری بات ہے " اٹل وشواس " - یہ یقین کہ بھگوان ہے - لیکن آجکل تو بہت سے لوگ
کہتے ہیں کہ بھگوان ہے ہی نہیں - کچھ اور لوگ کہتے ہیں " اگر ہے تو سویا پڑا ہے - کچھ کرتا نہیں " - اور
کچھ مزید لوگ کہتے ہیں کہ " اگر سویا نہیں پڑا تو بہت بوڑھا ہو گیا ہے - اُس سے کچھ ہوتا نہیں " ——
کون انہیں بتلائے کہ ایشور آج بھی سُنتا ہے - ہمیشہ سنتا آیا ہے - ہمیشہ سُنتا رہے گا - پکارنے
والا چاہیئے - سُننے والا تو سامنے کھڑا ہے - وہ کبھی کہیں گیا نہیں - سام وید اپنے ۱۰۱ ویں منتر میں کہتا ہے -
" اپنے جیون کو شری والا (دھرم - ارتھ - کام والا) بنانے کے لئے میدھا بدھی کو پرماتما سے مانگو "
یہ ٹیر وہ کب سنتا ہے - اس کا ذکر سام وید کے ۲۴۶ ویں منتر میں آتا ہے کہ " ہے مہان پرمیشور !
جو منشیہ اپنے آپ کو آپکے ارپن کر دیتا ہے - جو شاریرک اور مانسک بل والا ہے - اندریوں کا سوامی ہے - اُس
کی ٹیر آپ انتردھیان ہو کر سُنتے ہیں "

یقیناً وہ سُنتا ہے - اُسے پکار کے دیکھو - سچے دل سے پکارو - اٹل وشواس کے ساتھ پکارو - اُس کا کیرتن
کرتے جاؤ - یوں محسوس کرو کہ ہر طرف وہ ہے - ہر وقت اس کے گُنوں کو یاد کرو - اس میں کھو جاؤ - پھر کچھ کہہ کے
دیکھو کہ وہ بات پُوری ہوتی ہے یا نہیں - مہرشی دیانند رگوید آدی بھاشیہ بھومکا میں کہتے ہیں " معمولی پانی سے لیکر
موکش تک بھگوان سے مانگو " - مانگو کہ وہ دینے والا ہے - مانگو کہ اُسکے بھنڈار میں کسی چیز کی کمی نہیں -

جو لوگ اس طرح اٹل وشواس کے ساتھ ایشور کے نام کا کیرتن کرتے ہیں - ان کی بانی میں ایسی مٹھاس ایسی
کشش آ جاتی ہے کہ سُننے والے موہت ہو جاتے ہیں - اکبر کے دربار کا گویا تھا تان سین کہتے ہیں وہ جب
ملہار گاتا تو ورشا ہونے لگتی - جب دیپک راگ شروع کرتا تو چراغ جل جاتے - ایک دن اکبر نے کہا تان سین
یہ سب کچھ تم نے جس سے سیکھا ہے - اُس کا گیت ہمیں سُنواؤ " - تان سین نے کہا " شہنشاہ ! - میرے گورد
سوامی ہری داس ہیں - آپکے دربار میں وہ نہیں آئینگے - میری طرح اُنہیں آپ سے کچھ لینا نہیں ہے - وہ جنگل میں
رہتے ہیں - پتوں کی جھونپڑی بنا کر - وہیں کہیں موج آ جائے تو اپنا دوتارا لے کر گانے لگتے ہیں - کسی کے لئے

وہ گاتے نہیں۔" اکبر نے کہا۔ وہ نہیں آسکتے تو چل ہم ان کے پاس چلیں۔ ایک بار ان کے درشن تو کر لیں"

تان سین بادشاہ کو ساتھ لے کر اس جنگل میں گیا جہاں ہری داس سوامی رہتے تھے۔ دیکھا ہری داس کٹیا کے باہر دھیان میں مگن ہوئے بیٹھے ہیں۔ خاموش۔ شانت۔ ایک دوتارا اُن کے پاس پڑا ہے۔ لیکن وہ بھی بے آواز۔

بادشاہ نے دھیمے سے کہا۔ "تان سین! یہاں آکر بھی کیا ہم پیاسے جائیں گے۔ کیا کوئی ایسا طریقہ نہیں کہ سوامی ہری داس گانے لگیں۔

تان سین نے کہا۔ "کوشش کرتا ہوں بادشاہ۔ آپ خاموشی سے کھڑے رہیئے"

اور اپنی ستار اٹھا کر اُس نے بجانا شروع کر دیا۔ تھوڑا ٹھیک بجایا۔ پھر جان بوجھ کر غلط بجانے لگا۔ ہری داس نے سُنا تو جھنجھلا اُٹھے۔ بولے "غلط بجاتے ہو تان سین۔ سُنو" ۔ اور اپنا دوتارا اُٹھا کر وہ بجانے لگے۔ اس کے ساتھ ساتھ گانے لگے۔ جنگل کا آکاش گونج اُٹھا۔ برکش اور پودے جھوم اُٹھے جنگل کے ہرن سوامی ہری داس کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ جنگل کے پکشی خاموش ہو گئے۔ ایسے معلوم ہُوا جیسے چلتی ہُوئی ہوا بھی ٹھہر گئی ہے۔ بادشاہ مست ہو گیا۔ کتنی دیر ہو گئی یہ بھی اُسے پتہ نہیں لگا۔ آخر جب ہری داس نے گانا بند کیا تو بادشاہ اور تان سین پرنام کر کے واپس آگئے۔ راستے بھر بادشاہ بول نہیں سکے۔ اُس گیت کی آواز ابھی تک ان کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ اُن کی آتما میں گونج رہی تھی۔ رات کے وقت بادشاہ نے کہا۔ "تان سین! تم بہت اچھا گاتے ہو۔ ہندوستان کے سب سے بڑے گائیک ہو تم۔ پھر بھی تمہارے گانے میں وہ رس کیوں نہیں، وہ مستی کیوں نہیں۔ جو سوامی ہری داس جی کے گانے میں ہے" تان سین نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "بادشاہ۔ مجھ میں اور سوامی ہری داس میں بہت فرق ہے۔ میں ہوں دِلّی پتی کا گویا۔ دِلّی پتی کے لئے گاتا ہُوں۔ سوامی ہری داس جگت پتی کے گائیک ہیں۔ اُس کے لئے گاتے ہیں۔ جو کروڑوں دِلّی پتیوں کو پیدا کرتا اور ختم کر دیتا ہے۔ جتنا گُڑ ہو۔ اُتنا ہی میٹھا تو ہوتا ہے۔ وہ بڑے دربار کے گائیک ہیں۔ میں چھوٹے دربار کا گائیک ہُوں"

اکبر نے سُنا۔ سوچا۔ اور خاموش ہو گیا۔ دھیمے سے اُس کے دِل نے کہا۔ "جو بھگوان کے گُن گاتا ہے۔ اُس کی بانی میں تو رس ہو گا ہی"

لیکن اب وقت ہو گیا ہے پُورا۔ باقی بات کل کہوں گا۔

(ادم تت ست)

چوتھا دِن

میری پیاری ماتاؤ - تھا بہنو !

اوم" کی مہما کا ورنن کرتے ہوئے پرشن اپنشد کے پانچویں پرشن کی بات ہم کر رہے تھے ۔ ہم نے دیکھا کہ اوم" کی ایک ماترا والی اُپاسنا سے دھن اور دولت ملتے ہیں ۔ دو ماترا والی اُپاسنا سے دھن اور شانتی پراپت ہوتے ہیں ۔ تین ماترا والی اُپاسنا سے دھن بھی ملتا ہے ۔ شانتی بھی ملتی ہے ۔ پربھو کے درشن بھی ہوتے ہیں ۔ تب ہم نے یہ بھی دیکھا کہ اوم" کی اُپاسنا کے لئے تین آدھار شلائیں ہیں ۔ تپ یعنی شاریرک سادھنا ۔ برہم چریہ یعنی مانسک سادھنا ۔ اور شردھا یعنی آتمک سادھنا ۔ اُن پر وچار کرتے ہوئے ہم نے دیکھا کہ شاریرک سادھنا کے لئے تین اصولوں پہ چلنا ضروری ہے ۔ یہ اصول ہیں ۔ ہت بُھک ، میت بُھک اور رت بُھک " اچھی چیزیں کھاؤ ۔ تھوڑا کھاؤ ۔ نیک کمائی سے کھاؤ مانسک سادھنا کے بھی تین اُصول ہیں ۔ سوادھیائے ۔ ست سنگ اور سیوا ۔ اور آخر میں آتمک سادھنا کے بھی تین اُصول ہیں ۔ دھیان ۔ گیان اور اٹل وشواس ۔

اٹل وشواس کی بات سنا رہا تھا میں ۔ اٹل وشواس کا مطلب صرف یہ نہیں کہ ہم بھگوان کے نام کا سمرن کریں ۔ بلکہ یہ بھی ہے کہ ہم ہر وقت اس کو سامنے ، اپنے آگے پیچھے ، اُوپر نیچے ہر جگہ محسوس کریں ۔ دیکھیں کہ ہمارا ہنسنا ، رونا ، کھانا ، پینا ، اٹھنا ، بیٹھنا ، سونا ، جاگنا ۔ ہمارا سُکھ اور دُکھ سب اس میں ہو رہا ہے ۔ دیکھیں کہ دنیا کی ہر چیز میں وہ جلوہ گر ہے ۔ ہر چیز میں اس کی روشنی ہے ۔ ہر چیز میں اسکی شکتی ۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بھگوان چُھپا بیٹھا ہے ۔ لیکن جو جانتے ہیں ان کے لئے تو وہ چُھپا ہوا نہیں ۔ وہ تو اس کھیل کو دیکھ کر مسکراتا ہوا کہتا ہے ۔

صاف چھپتے بھی نہیں ۔ سامنے آتے بھی نہیں
خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

جس کے دِل میں اٹل وشواس جاگ اُٹھے اسکے لئے چلمن بھی باقی نہیں رہتی ۔ پردے اُٹھ جاتے ہیں اسکے لئے ۔ اندھیرے ہٹ جاتے ہیں ۔ نقاب ختم ہو جاتے ہیں اور وہ پکار کے کہتا ہے ۔

شوخی نے تیری لطف نہ رکھا حجاب میں
جلوے نے تیرے آگ لگا دی نقاب میں

یہ ہے اٹل وشواس کا روپ ۔ جدھر دیکھو ۔ اس کو دیکھو ۔ جو مانگو اس سے مانگو ۔ اس کے سوائے اور کسی کے آگے ہاتھ مت پھیلاؤ ۔ اور کسی کے آگے ماتھا مت جھکاؤ ۔ لیکن یہ تو اٹل وشواس کی صرف ایک بات ہے ۔ دوسری بات ہے یہ کہ جو کچھ چاہتے ہو اس کے لئے محنت کرو ضرور ۔ پسینہ بہا دو جی جان سے کوشش کرو ۔ اپنے بل اور اپنی بدھی کے مطابق جتن کرو ضرور ۔ لیکن اس جتن کے بعد جو پھل ملے اس پر سنتوش کرو ۔ جو ایسا کرتا ہے وہ اٹل وشواسی ہے ۔

لیکن کچھ لوگ تو بھگوان کو بھی گالیاں دیتے ہیں ۔ پاکستان بننے کے بعد جو وناش ہوا ، لوگوں کو جو تکلیف ہوئی اس نے کتنے ہی لوگوں کے وشواس کا کھوکھلا پن ظاہر کر دیا ۔ ایک دن میں "ملاپ" کے دفتر میں بیٹھا تھا تو میلے کچیلے کپڑے پہنے ایک سجن وہاں آ گئے ۔ ان کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی ۔ سر کے بال پریشان تھے ۔ میں پہچان نہیں سکا لیکن دھیان سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ تو میرے ایک پرانے ہم جماعتی ہیں ۔ جلال پور جٹاں میں کبھی میرے ساتھ پڑھا کرتے تھے ۔ پیار سے میں نے ان کو بٹھایا ۔ بولا ۔ آؤ میرے بھائی ۔ سناؤ کیا حال ہے تمہارا ؟ میری بات سنتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا ۔ بہت رو لیا تو میں نے کہا ۔ دیکھو ۔ صبر کرنا چاہیئے ۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا ۔ وہ اب واپس نہیں آئے گا ۔ پرماتما کا نام لو ۔ اس سے شانتی ملے گی " ۔ پرماتما کا نام سنتے ہی اس کے اندر چھپا ہوا سیلاب جیسے جاگ اٹھا ۔ چلا کر اس نے کہا " دیکھ لیا ہے تمہارا پرماتما " ۔ اور پھر اتنی گالیاں اس نے پرماتما کی دیں کہ توبہ ۔ ایسے آدمی کو اٹل وشواسی نہیں کہتے ایسے لوگوں نے پرماتما کو صرف اپنی اچھیا کا غلام سمجھ رکھا ہے ۔ وہ انہیں ان کی اچھیا کے مطابق دیتا جائے تو اچھا ہے ۔ نہ دے تو پرماتما ہی نہیں ۔ اس سے برا کچھ نہیں ۔ یقیناً یہ وشواس نہیں نیچتا ہے سراسر ۔ پرماتما کا وشواسی اس نیچتا کا شکار نہیں ہوتا ۔ ہر حال میں وہ خوشحال رہتا ہے ۔ خوشی کبھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتی ۔ یاد رکھو جو آدمی ہر وقت خوش نہیں رہتا وہ پرماتما کو نہیں پا سکتا ۔ پرماتما کا درشن ملتا ہے چت کی ایکاگرتا (یکسوئی) سے ۔ اور چت کی ایکاگرتا ملتی ہے خوشی سے ۔ ایشور کا درشن صرف اس کو ملتا ہے جو ہر وقت خوش رہتا ہے ۔

کتنے ہی سجن میرے پاس آتے ہیں ۔ کہتے ہیں ہم دھیان میں بیٹھتے ہیں تو چت نہیں لگتا ۔ ارے لگے کیسے ؟ چت میں جو تم نے چنتا کی جوالائیں جلا رکھی ہیں ۔ وہاں پربھو درشن کی ٹھنڈک آئے تو کس طرح ۔ ایشور کا درشن چاہتے ہو تو چنتاؤں کو دل سے نکال دو ۔ یاد رکھو جو سچا وشواسی ہے ۔ اسے کبھی چنتا ہوتی ہی نہیں ۔ اس کے من میں بھگوان رہتے ہیں ۔ چنتا کو وہ جگہ ہی نہیں ملتی ۔ ایک کوی نے بہت سندر شبدوں میں کہا ہے :-

پریتم چھبی نینن بسی ۔ پر چھبی کہاں سمائے
بھری سرائے رحیم لکھی ۔ آپ پتھک پھری جائے

کہاں رہے گا چنتا کا پتھک ۔ سرائے میں تو جگہ ہی نہیں ۔ واپس چلا جائے گا مسافر ۔ دور رہے گی چنتا ۔ صرف ایک آنند اور وشواس بھرا رہے گا وہاں ۔ چنتا تو صرف ان کو ہوتی ہے جن کا وشواس ڈانواڈول ہے ۔ جو مانتے ہیں پر نہیں مانتے ۔ جانتے ہیں لیکن کچھ نہیں جانتے ۔ ایسے لوگ چلا کر کہتے ہیں ۔

او دنیا بنانے والے بتا ۔ انجام ہمارا کیا ہو گا ؟
تقدیر خفا ۔ تدبیر خفا ۔ جینے کا سہارا کیا ہو گا ؟

نا ۔ بھائی ۔ ایسے وشواس سے کام نہیں چلے گا ۔ تقدیر خفا ہو ۔ تدبیر خفا ہو ۔ تو بھی میرا وہ من موہن پیتم پیارا ۔ شکتی والا پرمیشور تو ہے ۔ چنتا کرنی ہے تو وہ کرے گا ۔ میرے دل میں چنتا کیوں ؟

مشکل پڑی تو کیا ہے ۔ مشکل کشا تو ہے !
سر پر پڑی تو کیا ہے ۔ سر پہ خدا تو ہے !

ایسے وشواس والے لوگ گھبراتے نہیں ہیں ۔ طوفان اُٹھتے ہیں ۔ زلزلے آتے ہیں ۔ جوالائیں ناچتی ہیں ۔ تو بھی وہ چنتا نہیں کرتے ۔ طوفان کو دیکھ کر وہ وشواس کے ساتھ کہتے ہیں ۔

یدی ناتھ کا نام دیا ندھی ہے، تو دیا بھی کریں گے کبھی نہ کبھی
جب تارن ہار کہاوت ہیں، بھوپار کریں گے کبھی نہ کبھی

یہ ہے اٹل وشواس ۔ جس کے من میں یہ جاگ اُٹھے ۔ وہ پھر کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا ۔ کسی سے کچھ نہیں مانگتا ۔ صرف پربھو کو پکارتا ہے ۔ صرف اس سے مانگتا ہے ۔

بادشاہ اکبر ایک دن جنگل میں شکار کر رہے تھے ۔ بھٹک گئے ۔ راستہ بھول گئے ۔ دیر ہو گئی تو پیاس ستانے لگی ۔ بھوک ستانے لگی ۔ ایسے معلوم ہوا جیسے پران ہونٹوں پر آ گئے ہیں ۔ تبھی ایک کھیت دیکھا انہوں نے ۔ اس کے کنارے پر ایک کسان کھڑا تھا ۔ کسان کے پاس جا کر بولے " تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے ؟

کسان نے کہا ۔ " ہے کیوں نہیں ۔ آؤ بیٹھو " ۔ اور بادشاہ کو اس نے اپنے پاس کی رُوکھی سوکھی روٹی کھلا دی ۔ دُور سے لا کر پانی بھی پلا دیا ۔ کھا پی کر بادشاہ خوش ہوا ۔ کسان سے بولا " تم کیا کام کرتے ہو ؟ " ۔ کسان نے کہا " کھیتی باڑی کرتا ہوں ۔ بہت مشکل سے گذارہ ہوتا ہے " ۔ اکبر نے کہا " سنو ۔ میں ہوں بھارت کا بادشاہ ۔ کبھی ضرورت پڑے تو میرے پاس دلی آنا " یہ کہہ کر وہ چلا گیا

کسان نے اسے راستہ بتا دیا۔ تب کئی برس بیت گئے۔ ایک بار بارش نہیں ہوئی۔ کسان کا کھیت سوکھ گیا۔ اس نے سوچا۔ بادشاہ کے پاس چلتا ہوں۔ اس سے کچھ مدد مانگوں گا۔ چلا وہ اپنے گاؤں سے۔ پہنچا راجدھانی میں۔ دیکھا بادشاہ کی سواری جا رہی ہے۔ بہت بڑا لاؤ لشکر اس کے ساتھ ہے۔ بادشاہ ہاتھی پہ بیٹھا ہے۔ کسان نے دیکھتے ہی آواز دی۔ اکبرا۔ او اکبرا۔ سننے والے حیران ہوئے کہ یہ کون بدتمیز ہے۔ کسی نے کہا۔ اس کا سر کاٹ دو۔ یہ گستاخ ہے۔" اکبر نے بھی اس کی آواز کو سنا۔ دور سے اس کو دیکھا۔ پہچان لیا۔ اسے اپنے پاس بلایا۔ ہاتھی پہ اپنے پاس بٹھا لیا۔ محل میں پہنچا تو نوکروں کو حکم دیا کہ۔ یہ میرے ہی کمرے میں سوئے گا۔ اس نے میری جان بچائی تھی۔ میرے کمرے میں اس کے لئے پلنگ لگا دو۔ رات کو اپنے ساتھ ہی اس کو کھانا کھلایا۔ اس کے سو جانے پر سویا۔ صبح کے وقت کسان اٹھا تو دیکھا کہ بادشاہ ایک کپڑا بچھا کر اس پر بیٹھے ہیں۔ گھٹنے ٹیک کر۔ ہاتھ پھیلا کر۔ پتہ نہیں کس سے کیا مانگ رہے ہیں بادشاہ نماز پڑھ رہا تھا۔ فارغ ہوا تو کسان نے پوچھا۔ "یہ تم کیا کرتے تھے؟ بادشاہ نے کہا۔ دعا مانگتا تھا۔ کسان نے پوچھا۔ کس سے؟"۔ بادشاہ نے کہا۔ "بھگوان سے"۔ کسان نے کہا۔ اچھا۔ اور اپنی لاٹھی اٹھا کر چل پڑا۔ بادشاہ نے کہا۔ "ارے تم جاتے کہاں ہو؟ - یہ تو بتاؤ کہ تم آئے کس لئے تھے؟" کسان نے کہا۔ "بادشاہ۔ میں آیا تھا تم سے مدد مانگنے۔ لیکن یہاں آ کر دیکھا کہ تم بھی مانگتے ہو۔ پھر جس سے تم مانگتے ہو۔ اسی سے میں بھی مانگ لوں گا۔ تم خود بھکاری ہو۔ تم سے کیا مانگوں گا میں۔"

ایسا اٹل وشواس جس کے دل میں ہے وہی پرماتما کی اپاسنا کا ادھیکاری ہے۔

یم اور نچی کیتا کی کتھا تو آپ نے سنی ہے۔ یم نے اپنے گھر میں آئے مہمان سے تین ور مانگنے کے لئے کہا۔ نچی کیتا نے دو ور مانگ لئے۔ اپنے لئے نہیں۔ بلکہ دوسروں کے لئے۔ یم نے کہا۔ کچھ اپنے لئے بھی تو مانگ۔ نچی کیتا نے کہا۔ میرے ہی لئے ور دینا چاہتے ہو تو بتاؤ کہ وہ ہے کیا جسے ایشور کہتے ہیں۔" یم نے کہا۔ "یہ نہ پوچھ! - کوئی اور چیز مانگ لے۔ میں تجھے بے انت دھن اور دولت دے سکتا ہوں۔ ساری پرتھوی کا راج دے سکتا ہوں۔ لمبی عمر دے سکتا ہوں۔ خوبصورت عورتیں دے سکتا ہوں۔ عیش و عشرت کے سامان دے سکتا ہوں۔" آج کل کا کوئی نوجوان ہوتا تو شاید کہتا۔ "لا۔۔۔ یہی دیدے۔" لیکن نچی کیتا نے کہا۔ نہیں۔ یہ سب کچھ مجھے چاہیئے نہیں۔ یہ سب کچھ ناش ہونے والا ہے۔ مجھے وہ دے جو کبھی ناش نہیں ہوتا۔ آخر میں مرنا ہے مجھے۔ مرنے کے بعد تیرے بندھن میں پھنسوں وہ راستہ بتا مجھے۔ یم جب کسی بھی طریقے سے نچیکیتا کو منا نہیں سکا۔ جب کسی بھی طریقے سے اس کی ضد کو دور نہیں سکا تو بولا۔

सर्वे वेदा यत्पदमामनन्ति तपांसि सर्वाणि च यद्वदन्ति ।
यदिच्छन्तो ब्रह्मचर्यं चरन्ति तत्ते पदं संग्रहेण ब्रवीम्योमित्येतत् ॥

"سب وید جس دھان پد کا ورنن کرتے ہیں۔ سب تپسوی جن کی بات کہتے ہیں جس کی اچھیا سے برہم چاری اپنے برت کو دھارن کرتے ہیں۔ اسے اختصار سے تیرے سامنے کہتا ہوں --- اوم ہے وہ!" آگے چل کر پھر اس نے کہا :-

एतद्ध्येवाक्षरं ब्रह्म एतद्ध्येवाक्षरं परम्
तद्ध्येवाक्षरं ज्ञात्वा यो यदिच्छति तस्य तत् ।

یقیناً یہی وہ اکشر ہے جو برہم ہے۔ یقیناً یہی اکشر پرم ہے۔ یقیناً اسکو جان کر جاننے والا وہ سب کچھ پاتا ہے جس کی وہ اچھیا کرتا ہے۔ اس سے بھی آگے چل کر اس نے کہا :-

एतदालम्बनं श्रेष्ठं एतदालम्बनं परम् ।
एतदालम्बनं ज्ञात्वा ब्रह्मलोके महीयते ॥

اس کا آسرا سب سے بڑا ہے۔ اس کا آسرا سب سے اوپر ہے۔ اس کا آسرا لے کر آسرا لینے والا برہم لوک میں آنند اور عظمت کو پراپت کرتا ہے۔

دُنیا میں بہت سے سہارے دکھائی دیتے ہیں ہمیں۔ لیکن یہ سب سہارے جانے والے ہیں۔ پھر ان میں سے کس کا سہارا لے انسان؟ کیا دھن اور دولت کا؟ ہم نے دیکھا ہے کہ دھن اور دولت رہتا نہیں۔ چلا جاتا ہے۔ یا پھر انسان ہی چلا جاتا ہے۔ دھن اور دولت اس کے ساتھ نہیں جاتا۔ تب کیا کپڑوں کا اور مکان کا سہارا لیں؟ یہ بھی تو رہتے نہیں۔ کپڑے پھٹ جاتے ہیں۔ مکان ٹوٹ جاتے ہیں۔ کئی بار وہ سب کھڑے رہتے ہیں۔ جانے والا چلا جاتا ہے۔ تب کیا پتی پتنی، پتر اور سمبندھیوں کا

وہ بھی نہیں رہتے۔ وہ خود اپنے لئے سہارے ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ تب کیا موٹروں اور گاڑیوں کا جہازوں اور سواریوں کا؟ — وہ بھی نہیں رہتے۔ شریر نہیں رہتا۔ صحت نہیں رہتی۔ کچھ بھی تو نہیں رہتا یہ سب جانے والا ہے۔ نشٹ ہونے والا ہے۔ تب کس کا سہارا لیا جائے۔ کس کو اپنایا جائے؟

کِس سنگ کیجے مترتا۔ سب جگ چلن ہار
نِشچل کیول ہے پربھو۔ اس سے کرو پیار

پربھو ہی سدا ساتھ دیتا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی ساتھ نہیں چھوڑتا۔ اور وہ ہے — اوم۔ منڈک اپنشد کے دوسرے منڈک میں دوسرے کھنڈ کا چھٹا منتر ہے۔

ओमित्येवं ध्यायथ आत्मानं स्वस्ति वः पराय तमसः परस्तात् ।

اس آتما کا دھیان "اوم" کے روپ میں کرو۔ تب تمہارا کلیان ہوگا۔ گھنے سے گھنے اندھیرے کو بھی پار کرنے کا یہی ایک سادھن ہے۔ اس سادھن کو اپناؤ۔ تمہارا کلیان ہوگا۔ اندھکار ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ اننت جیوتی جاگ اُٹھے گی — یہ بات صرف منڈک اپنشد ہی نہیں کہتا۔ سبھی اُپنشد کہتے ہیں۔ چھاندوگیہ اُپنشد میں۔ مانڈوکیہ اپنشد میں اور کتنے ہی دوسرے شاستروں میں "اوم" کی مہما کا ورنن ہے۔ کئی سجن کہتے ہیں۔۔ اوم کی مہما تو ہم نے سمجھ لی۔ اس کا دھیان کرنے سے کلیان ہوتا ہے۔ یہ بھی جان لیا۔ لیکن دھیان کریں کیسے؟ — آج یہ بھی بتاؤں گا۔ غور سے سنئے! — سوکھشم بات ہے یہ۔ توجہ دے کر سنیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اوم کے ذریعے دھیان کس طرح لگایا جاتا ہے۔

اوم کا جاپ ہردے میں کرنا چاہیئے۔ انسانی جسم میں ہردیہ اس طرح ہے جس طرح اس دنیا میں سورج دونوں سے نیلی پیلی۔ ہری لال کرنیں نکلتی ہیں۔ دونوں کا آپس میں تعلق ہے۔ دنیا میں سُورج نہ رہے تو دُنیا مر جاتی ہے۔ انسان کا دِل حرکت نہ کرے تو انسان ختم ہو جاتا ہے۔ دونوں سے نکلنے والی سوکھشم کرنیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں۔ کرنوں کی ایک سڑک تیار ہو جاتی ہے۔ سورج کا دھیان کر کے "اوم" کا جاپ کرنے والا جب جسم کے سورج اپنے دِل میں "اوم" کہتا ہے تو اس سڑک سے ہو کر وہ آگے بڑھتا ہے۔ لمحہ بھر میں لمحے کے کروڑویں حصہ میں سورج کے اندر پہنچ جاتا ہے۔ مرتے وقت جب وہ اس طرح سے "اوم" کہتا ہے۔ تو سورج کی روشنی اسے گود میں لے لیتی ہے۔ سوریہ لوک اس کا ہو جاتا ہے۔

ہماری تو ساری سنسکرتی ہی سورج سے اوت پروت ہے۔ پراچین کال میں ہم اپنا جھنڈا بناتے تھے تو لال رنگ کا [illegible]

پہنچا تو سب سے پہلے گورو شِشیہ سے کہتا ۔

माणवक ! सूर्यस्यावृजमनु वर्जस्व । (साम ब्राह्मण १।६।१६)

ارتھات ۔ تیری شِکھشا ۔ اور تیرے جیون کا آدرش سورج ہے ۔
اور شِشیہ گرو یجروید کے دوسرے ادھیائے کے ۲۶ ویں منتر کی یہ پرتیک پڑھتا ۔

सूर्यस्यावृजमन्ववर्ते ... ।

میں سورج کا انوکرن (پیروی) کروں گا ۔ اور سوستی واچن میں یہ منتر پڑھا جاتا ہے ۔

स्वस्ति पन्थामनुचरेम सूर्याचन्द्रमसाविव ।

سورج اور چاند کی طرح میں کلیان کے مارگ پر چلوں گا ۔ لیکن سورج میں ایسا کون سا گُن ہے جس کے کارن اتنی اہمیت اس کو دی گئی ہے ۔ سورج کا ایک ارتھ پران بھی ہے اور پران کا ایک ارتھ سورج بھی ۔ سورج اس دنیا کو پران دیتا ہے ۔ اس میں رہنے والے ہر آدمی کو جیوتی دیتا ہے ۔ یہ اس کا پہلا گُن ہے ۔ لیکن وہ روشنی دیتا ہے تو کسی سے ادھار لے کر نہیں ۔ بلکہ اس لئے کہ اس کے اپنے اندر روشنی ہے وہ خود بھی روشن ہے ۔ اسی لئے آریہ لوگوں نے اسے اپنا نشان بنایا ۔ وہ خود روشن تھے ۔ دوسروں کو روشنی دینا چاہتے تھے ۔ جو خود نہیں جلتے وہ دوسروں کے دُکھ کو جلا نہیں سکتے ۔ جو خود روشن نہیں ہیں وہ دوسروں کو روشن نہیں کر سکتے ۔ سورج کا دوسرا گُن یہ ہے کہ وہ گرمی دیتا ہے ۔ پانی میں، لوہے میں، مٹی میں، پتھر میں، آپ کے کپڑوں میں ۔ آپ کے جسم میں ہر جگہ آگ ہے ۔ جسم کی آگ ٹھنڈی ہو جائے تو لوگ کہتے ہیں "لے چلو ۔ اسے مرگھٹ میں پہنچا دو ۔ یہ ٹھنڈا ہو گیا ہے ۔" پیٹ کی آگ بجھ جائے تو وید کہتا ہے "اب اس کی صحت بچے گی نہیں ۔" ہر جگہ آگ ضروری ہے ۔ آگ زندگی ہے ۔ ہَوَن کنڈ میں ہم آہوتی دیتے ہیں تو اس وقت جب آگ روشن ہو جائے پکار کے ہم کہتے ہیں ۔

उद्बुध्यस्वाग्ने प्रति जागृहि त्वमिष्टापूर्त्ते सꣳसृजेथामयं च ।
अस्मिन्त्सधस्थेऽध्युत्तरस्मिन् विश्वे देवा यजमानश्च सीदत ।।

اٹھو جاگو ۔ ہے اگنی دیو ! ۔ جاگو ہماری اچھیاؤں کو پورا کرنے کے لئے ۔ وہ حالت پیدا کرنے کے لئے کہ یہ وشو بھر کے دیوتا ہماری بھینٹ کو سویکار کر لیں ۔ ہماری بھینٹ کو پا کر خوش ہو جائیں ۔
یہ آگ بہت ضروری ہے ۔ اس کے بنا کوئی بھی کام نہیں چلتا ۔ پیٹ کے اندر ڈالا ہوا بھوجن بھی اس وقت ہضم ہوتا ہے جب آگ جل رہی ہو ۔ پیٹ کی آگ کے متعلق ایک بات میں آپ کو بتاتا ہوں ۔

بار بار میں کہتا ہوں کہ کھانا تب کھاؤ جب پیٹ کی آگ جل رہی ہو۔ کئی بھائی پوچھتے ہیں کہ پیٹ کی اس آگ کو دیکھیں کس طرح۔ کوئی کھڑکی لگی نہیں کہ اس کو کھول کر دیکھ لیں۔ اور جان لیں کہ اندر آگ جلتی ہے کہ نہیں۔ لیکن دیکھو۔ اس آگ کو دیکھنا بہت مشکل نہیں۔ آسان ہے بالکل۔ ناک میں یہ دو سوراخ ہیں نا؟۔ دائیں سوراخ سے سانس چلتا ہو تو سمجھ لو آگ جلتی ہے۔ بائیں سے چلتا ہو تو سمجھو کہ آگ نہیں جل رہی۔ کھانا اسوقت کھاؤ جب دائیں سوراخ سے سانس چلتا ہو۔ نہیں تو نہیں کھاؤ۔ وہ کھانا ہضم نہیں ہوگا۔ زہر بن جائیگا۔ آپ کہینگے واہ آنند سوامی! یہ اچھا طریقہ بتا دیا تو نے۔ دفتر کا یا دوکان کا وقت ہو گیا۔ کھانے کی تھالی سامنے آگئی اب دایاں سانس نہیں چلتا تو کیا بھوکے ہی اُٹھ کر چلے جائیں۔ اور دفتر یا دوکان میں دن بھر بھوکے ہی بیٹھے رہیں؟ دیکھو۔ ایسا کرنے کے لئے میں نہیں کہتا۔ آپ کو بھوکا مارنا مجھے منظور نہیں۔ میں وہ طریقہ بتاتا ہوں جس سے پیٹ کی یہ آگ جلائی جا سکتی ہے۔ ہمارے رشیوں نے تو ہر معاملہ میں کمال کیا ہے۔ اس معاملہ میں بھی کیا ہے۔ میں نے اس طریقہ کو سیکھا بہت تکلیف سے۔ رشی کیش سے آگے گرڑ چٹی کے نزدیک ایک پہاڑ پر میرے گورو رہتے تھے جن سے میں نے ہٹھ یوگ کی کریائیں سیکھیں۔ انہوں نے مجھے ۲۱ دن بھوکے مارا۔ تب جا کر یہ طریقہ بتایا۔ حکم دیا کہ ایک ہفتہ صرف تین گلاس پانی روزانہ پیو۔ جیسے کسی طرح گذارہ کر لیا میں نے۔ پانی کے صرف تین گلاس ہی روز پیتا رہا۔ اور کچھ کھایا پیا نہیں۔ ایک ہفتہ گذرا تو انہوں نے کہا۔ اب صرف دو گلاس ہی پانی پیو۔ میں گھبرایا۔ پنجاب کا گلاس نہیں تھا وہ۔ یو۔پی کا گلاس تھا۔ چھوٹا سا۔ اٹھارہویں دن مجھ سے ہلا نہیں جاتا تھا۔ حلیہ بدل گیا تھا۔ شیشے میں دیکھا۔ خوشحال چند، خوشحال چند معلوم نہیں ہوتا تھا۔ کوئی نہال چند، کمال چند سا معلوم ہوتا تھا مدراس کا شریر تھا میرے گورو کا۔ گرڑ چٹی سے اوپر ان کی کٹیا کے نزدیک ہی میری کٹیا تھی۔ اپنی کٹیا میں نبض پر ہاتھ رکھے میں بیٹھا تھا۔ تبھی گورو مہاراج کٹیا میں آئے۔ مجھے نبض پر ہاتھ رکھے دیکھ کر بولے۔ کیا کرتا ہے؟۔ میں نے کہا۔ دیکھتا ہوں نبض چلتی ہے یا نہیں۔" وہ بولے: اس کی چنتا نہیں کرو۔ میرے رہتے تو مرے گا نہیں۔ میں تجھے مرنے نہیں دوں گا۔ اس طرح ۲۱ دن کے کٹھن تپ کے بعد جو راز میں نے سیکھا۔ وہ میں آپ کو بغیر کسی تپ کے مفت بتلائے دیتا ہوں۔ دیکھئے۔ یہ ہاتھ ہے نا۔ اس کی مٹھی باندھ کر دوسری بغل میں دبائیے۔ جس بغل میں دبایا ہے اس طرف جتنا جھک سکتے ہیں جھک جائیے۔ تھوڑی دیر تک ایسا کئے رہنے سے جس ہاتھ کی مٹھی کو بغل میں دبایا ہے۔ اس طرف کی ناسکا چلنے لگے گی۔ دائیں طرف کے سانس کو سورج سور کہتے ہیں۔ بائیں طرف کے سانس کو چندر سور۔ جب سورج سور چلنے لگے تب کھانا کھائیے وہ ہضم ہوگا۔ بیماری نہیں کرے گا۔

لیکن یہ بات تو بیچ میں ایسے ہی آگئی۔ میں کہہ رہا تھا۔ کہ سورج کا دوسرا اگنی ہے۔ اور آدم کے بانگ کو

اپنے اندر اگنی پیدا کرنی چاہیئے۔ اس اگنی کے بغیر کوئی کام چلتا نہیں۔ پیٹ میں ایک آگ رہتی ہے جسے "جٹھر اگنی" کہتے ہیں۔ ناپی کے اندر بھی ایک آگ رہتی ہے۔ جسے "وشوانر اگنی" کہتے ہیں۔ یہ اگنی جسم کا پاور ہاؤس ہے۔ ہمارے جسم میں جتنی بجلی ہے وہ سب وہاں سے آتی ہے۔ وہ بجلی نہ رہے تو سانس بند ہو جاتا ہے۔ اس اگنی سے ٹھیک طرح کام لے کر سورج کو ایک آدرش بنانے والے اُپاسک کا کرتویہ ہونا چاہیئے کہ وہ دوسروں کو بھی آگ دے۔ دوسروں کو بھی آگے لیجائے۔ جو لوگ نراش، ہتاش ہو کر بیٹھ گئے ہیں، انہیں کہے گھبراؤ نہیں۔ آؤ میں تمہیں آگے لے چلوں گا۔

سورج کا تیسرا انش ہے پوتر تا۔ اس کی کرنیں کیچڑ کے اندر بھی پہنچتی ہیں۔ کوڑے اور کرکٹ کے ڈھیر میں کے اندر بھی۔ سبھی جگہ پہنچتی ہیں۔ سب کو صاف کرتی ہیں لیکن خود کبھی گندی نہیں ہوتیں۔ ادم کے اپاسک کو بھی اپنے اندر یہ گن لانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ آپ کہیں گے۔ یہ تو بہت کٹھن ہے۔ میں مانتا ہوں کہ کٹھن ہے۔ لیکن کٹھن بات کو کرنے میں ہی تو بہادری ہے۔ عام طور پر جب ہم برائی اور گندگی کے نزدیک جاتے ہیں۔ تو اس سے ہم پر برا پربھاو ہی پڑتا ہے۔ جب ہم گندے گیت سنتے ہیں۔ گندے ناچ دیکھتے ہیں گندے درشیہ دیکھتے ہیں تو ان کا اثر من پر ہوتا ہے ضرور۔ اب اس کے باوجود ہمیں کوشش کرنی ہے کہ برائی کا اثر ہم پر نہ ہو، ہم برائی کو دور کر دیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ برائی سے بھرے اس سنسار کو چھوڑ کر جنگلوں میں چلے جاؤ۔ جو لوگ جنگلوں میں رہتے ہیں۔ دُنیاداری کو چھوڑ گئے ہیں۔ ان کو بھی میں نے دیکھا ہے۔ ان کے اندر بھی کبھی کبھی برائی جاگ اُٹھتی ہے۔ اگر وہ جتن نہ کریں تو بہت بھیانک روپ بھی دھارن کر لیتی ہے۔ سنیاس لینے کے بعد جب میں، اُتر کاشی میں پہنچا تو نیلی ٹھنڈی گنگا کو دیکھ کر من شانت ہو گیا۔ میں جا رہا تھا گنگوتری کو کچھ دن کے لئے اُتر کاشی میں ٹھہر گیا۔ گنگا پار کچھ مہاتما رہتے تھے۔ ان کے پاس بھی میں گیا۔ ان کے درشن بھی کئے۔ ایک کٹیا میں بیٹھا تھا تو پوچھا۔ پاس والی کٹیا میں کون رہتا ہے؟ - ایک سجن نے بتایا — کرودھی بابا -

میں نے حیرت سے کہا۔ "اُتر کاشی کے مہاتماؤں میں بھی کیا کرودھ ہو سکتا ہے؟"۔ وہ بولے۔ "کرودھ دیکھنا ہو تو ان سے جا کر آگ مانگنا"۔ میں گیا۔ دیکھا کٹیا کے باہر ایک مہاتما بیٹھے ہیں۔ دھونی رما رکھی ہے انہوں نے

ان سے باتیں کرتا رہا۔ کوئی کرودھ معلوم نہیں ہوا۔ چلتے وقت میں نے کہا۔ "بابا! تھوڑی سی آگ تو دیجیئے"۔ وہ بولے۔ "نہیں۔ نہیں۔ آگ نہیں ہے۔ چلا جا یہاں سے"۔ میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "بابا! آگ تو دکھائی دیتی ہے"۔ وہ چلا کر بولے۔ "جاتا ہے کہ نہیں؟ - چلا جا یہاں سے"۔ میں نے کہا۔ "آگ تو بہت ہے۔ بہت تیزی سے جل رہی ہے۔ آپ کیسے کہتے ہیں کہ آگ نہیں ہے"۔ وہ موٹی موٹی گندی گالیاں دینے لگے۔ میں نے کافی پرے آکر کہا۔ "بابا! اب تو آگ میں شعلے بھی اُٹھنے لگے۔ تم کیسے کہتے ہو کہ آگ نہیں ہے؟"

لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنا چمٹا اٹھا کر میری طرف بھاگتے۔ میں ان کی گالیاں سنتا ہوا چلا آیا۔ سو ایسی بات نہیں کہ جو لوگ جنگلوں میں چلے گئے ہیں انہوں نے سب برائیوں کو چھوڑ دیا ہے۔ وہ بالکل پوتر ہو گئے ہیں۔ پوتر لوگ یہاں بھی بستے ہیں۔ اس شہر میں۔ اس قرول باغ میں' اِن سڑکوں کے اوپر۔ مکانوں کے اندر رہنے والے بھی پوتر ہو سکتے ہیں۔ اور سچی بات یہ ہے کہ شہروں میں رہتے ہوئے پوتر رہنا ہی بہادری ہے۔ یہ شہر امتحان کے ستھان ہیں۔ بار بار امتحان ہوتا ہے۔ یہاں پر کنول کی طرح رہنا پڑتا ہے۔ دنیا کے اندر۔ لیکن دُنیا سے تھوڑا اُوپر اٹھ کر ہی پکار کے کہنا پڑتا ہے ۔

دُنیا میں ہوں دُنیا کا طلبگار نہیں ہُوں
بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہُوں

یعنی اگنی اور سورج کی طرح اپوتر تا کو نشٹ کرتے ہوئے خود پوتر رہنا پڑتا ہے۔

سورج کا چوتھا گُن ہے یہ کہ وہ اپنے نیم میں کبھی ڈھیل نہیں ہونے دیتا۔ لاپرواہی نہیں آنے دیتا۔ وہ کبھی چھٹی نہیں مانگتا۔ دو ارب سال ہو گئے اس زمین کو بنے ہوئے۔ کیا کبھی ایک دن کے لئے بھی سورج نے چھٹی مانگی ہے۔ کیا کبھی اس کو ملیریا ہوا ہے؟ زکام ہوا ہے؟ تھکاوٹ ہوئی ہے؟ اگر کبھی ایک گھنٹے کے لئے بھی سورج چھٹی لے لے تو دُنیا کی چھٹی ہو جائے۔ اپنے وقت کا اتنا پابند ہے وہ۔ اپنی ڈیوٹی پر اتنا قائم کہ لوگ اُسے دیکھ کر اپنی گھڑیاں مِلاتے ہیں۔ سورج کی روشنی سے وقت بتانے والی گھڑیاں بناتے ہیں وہ۔ نئی دہلی کے جنتر منتر میں آج بھی ایک ایسی گھڑی بنی ہوئی ہے۔ یہ ہے سورج کا نیم پالن۔ لیکن آجکل تو جیسے نیم پالن" بھی مُصیبت بن گیا ہے۔ یہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں سکول اور کالج میں جانا ہو تو کسی نہ کسی طرح سکول یا کالج جانے کے وقت سے تھوڑی دیر پہلے اُٹھ جاتے ہیں۔ سکول اور کالج نہ جانا ہو تو دس بجے سے پہلے اٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ اس وقت انہیں اٹھاؤ تو کہتے ہیں " سونے دو۔ آج چھٹی ہے"۔ یہ تو نیم پالن نہیں۔ غلط بات ہے یہ۔ جیون کا ایک نیم بناؤ۔ اس کو بدلو نہیں۔ اسی پر چلتے چلے جاؤ۔ تبھی تمہارے اندر سورج کا گُن آئے گا۔ تبھی تم ادم کی اُپاسنا کر سکو گے۔

سورج کا پانچواں گُن ہے یہ کہ وہ نقصان دینے والے جراثیم کو مار دیتا ہے۔ ختم کر دیتا ہے۔ اندھیرے میں یہ جراثیم بڑھتے ہیں۔ پیدا ہوتے ہیں، پھیلتے ہیں۔ طرح طرح کی بیماریاں اُبھارتے ہیں۔ سورج کی روشنی میں آتے ہی مر جاتے ہیں۔ "ادم" کے اُپاسک کو بھی یہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ ادم کی بھگتی کرنے والے میں ایک مہان شکتی جاگ اٹھتی ہے۔ اس کا فرض ہے کہ اس شکتی کو پاپ، اتیاچار کے جراثیم کو ختم کرنے کے لئے استعمال کرے۔

ٹیڑھی چال چلنے والے کچھ کو، زہر سے بھرے رینگنے والے سانپ کو دیکھ کر چلے۔ میں تجھے کچل ڈالوں گا۔ نہیں کرے

وہ۔ کہ میں خود سانپ نہیں بنوں گا۔ کسی دوسرے کو بننے نہیں دوں گا۔ خود پاپ کے مارگ پر نہیں جاؤں گا۔ دوسرے کو جانے نہیں دوں گا۔
یہ ہیں۔ سورج کے گُن۔ یہ گُن "اوم" کے اُپاسک میں ہونے چاہئیں۔ اسی لئے گُروؤں نے کہا۔ "ہے مانوک سورج کو اپنا آدرش بنا۔" اسی لئے ہمارے بزرگوں نے سورج کو اپنا نشان بنایا۔

آپ کہیں گے۔ "ان سب باتوں کا "اوم" کی اپاسنا سے تعلق کیا ہے؟"

سنئے — "او.......م" ایسا ہم کہتے ہیں۔ ایسے ہم جاپ کرتے ہیں۔ سانس اندر جائے تو دل میں "او" کہنا چاہیئے۔ جب سانس باہر آئے تو "م" کہنا چاہیئے۔ اور ٹھیک اس وقت محسوس کرنا چاہیئے۔ کہ دل کے اندر سورج چمک اُٹھا ہے۔ "ہم اس میں داخل ہو رہے ہیں۔" لیکن یہ تبھی ہو گا اس وقت جب آپ سورج کے گنوں کو سمجھتے ہوں۔ انہیں اپنانے کا جتن کر رہے ہوں۔ ان گنوں کو دھارن کرنے والا جب "اوم" کہتا ہے۔ جب بار بار کے سنکلپ سے اس کی دھارنا مضبوط ہو جاتی ہے تو "اوم" کہنے کے ساتھ ہی اس کے اندر سورج چمک اُٹھتا ہے۔ بار بار ایسا کرتے کرتے آخری سانس کے ساتھ جب وہ "اوم" کہتا ہے تو اس کا سوکشم شریر سیدھا سورج لوک میں پہنچتا ہے لیکن آخری وقت میں آخری سانس کے ساتھ ایسی بات کرے گا کون؟ جس نے جیون بھر ابھیاس نہیں کیا۔ وہ تو کر نہیں سکتا۔ جیون بھر جو کرتے رہے ہو۔ وہی آخری وقت میں یاد آئے گا۔ اس لئے جیسے بھی ہو۔ چاہے تم امیر ہو یا غریب۔ سکھی ہو یا دُکھی۔ چھوٹے ہو یا بڑے۔ "اوم" کا جاپ کرو۔ اور طریقے سے کرو۔ جو میں نے بتایا ہے۔

لکھنؤ کے ایک سجن نے بتایا۔ کہ ان کے شہر میں ایک وکیل صاحب مرنے لگے۔ تو لوگوں نے کہا "وکیل صاحب! آخری وقت آگیا ہے۔ گیتا سنو۔" وکیل صاحب چڑ کر بولے۔ "آخری وقت آگیا ہے تو پہلے مجھ سے وصیت لکھوالو۔ اشٹام لکھوالو۔ پھر گیتا سننے میں خواہ مخواہ دکشنا بھی دینی پڑے گی۔ اشٹام تو تمہارے کام آئے گا۔" ایسے آدمی کو آخری وقت میں "اوم" کیسے یاد آئے گا؟ "اوم" تو اس کو یاد آتا ہے جس نے جیون بھر اس کا ابھیاس کیا ہو۔ اور درست طریقے سے کیا ہو۔

مجھے کہنا تھا اصل میں گائیتری منتر کے متعلق۔ اس کا پہلا اکشر ہے "اوم"۔ اس پر میں نے زیادہ زور دیا تو اس لئے کہ "اوم" کا جاپ کرنا آسان ہے۔ ہر آدمی اس کا جاپ کر سکتا ہے۔ بہت بڑی مہما ہے اس کی۔ تنتر گرنتھوں کا گذارہ بھی "اوم" کے بنا نہیں ہوتا۔ یہ منتروں کا سار ہے۔ گیان کا مرکز ہے۔ یہ سب اِچھاؤں کو دینے والا ہے۔ اس کے ذریعے سب کچھ ملتا ہے۔

کل سے بھور، بھوہ، سوہ۔ ان تین شبدوں کا ذکر کروں گا۔ بتاؤں گا کہ پرجاپتی نے کس طرح وید کا یہ رس نکالا۔ تینوں دریاؤں کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ اب وقت ہو گیا ہے نا.... اس لئے

پانچواں دن

میری پیاری ماتا اُتما سجنو!

"اوم" کے شبد کی ویاکھیا ہو چکی۔ گایتری منتر میں اس سے آگے ہے "بھور، بھواہ، سوہ" ان تینوں کو "ویا ہرتیاں" (व्याहृतियां) بھی کہتے ہیں۔ وید کا ایک نام "تین ودیا" بھی ہے۔ تین قسم کی ودیا کا اُس میں ذکر ہے۔ گیان، کرم اور اُپاسنا۔ ان تینوں ودیاؤں کو پرجاپتی نے نچوڑا۔ سار نکالنے کے لئے دبایا اُنہیں۔ رس کے تین قطرے اس سے پیدا ہوئے۔ یہ تین قطرے ہیں:-

भूः । भुवः । स्वः ।

ان تینوں کے ویسے تو بہت سے ارتھ ہیں۔ لیکن موٹے طور سے "بھُو" کا مطلب ہے پران اور یہ پرتھوی لوک۔ "بھوہ" کا مطلب ہے رکشا کرنے والا اور یہ اننت سورجوں، تاروں اور چاندوں سے بھرا ہوا آکاش۔ "سوہ" کا مطلب ہے سُکھوں کو دینے والا۔ اور وہ سب کچھ جو آکاش سے اُوپر اور پرے ہے۔ انہیں تینوں کو "استی" (अस्ति) "بھاتی" ((भाति)) اور "پریتی" ((प्रीति)) بھی کہتے ہیں۔ ہندی میں آپ ان تینوں کو "ہے"۔ "ہونا" اور "سُکھ کی طرف بڑھنا" کہہ سکتے ہیں۔ انگریزی میں

Being, Becoming and Bliss.

کہہ سکتے ہیں۔ انہیں تینوں کو ایک اور طرح سے "ست"۔ "چت" اور "آنند" کہا جاتا ہے۔ میں جب "بھُو" کہتا ہوں تو اس بھُومی کے کن کن میں پھیلے ہوئے پران روپ پرم دیو پرمیشور کا خیال میرے دل میں آنا چاہیئے۔ ہر چیز میں تو پران ہے۔ پتھروں میں، ہوا میں، بادلوں میں، پھُولوں اور پتوں میں، پھلوں میں، سبزیوں میں، بجلیوں میں، انسانوں میں، حیوانوں میں —— پران کے بنا کوئی بھی جگہ خالی کہاں ہے؟ یہ پران ہی ایشور ہے۔ ایشور ہر جگہ ہے۔ "بھُو" کا اکشر بولتے ہی مجھے ایسا محسوس ہونا چاہیئے۔ اور پھر "بھوہ" کہتے ہی یہ محسوس ہونا چاہیئے کہ یہ پران محفوظ ہو کر، رکشت ہو کر بڑھ رہا ہے۔ آگے جا رہا ہے۔ ہر چیز بڑھ رہی ہے۔ ہر چیز آگے جا رہی ہے۔ لیکن کہاں جا رہی ہے وہ؟ —— "سوہ" کہتے ہی محسوس کرنا چاہیئے کہ سُکھ کی طرف جا رہی ہے۔ کلیان کی طرف جا رہی ہے۔

ایشور کو ہم "سویتا" کہتے ہیں۔ "سویتا" کا مطلب ہے پریرنا کرنے والا۔ اس سویتا نے کیا کیا؟ ——

دنیا کی سب چیزوں کو بنا کر اُنہیں بھُور، بھوہ، سوہ کے مارگ پر چلا دیا۔ پہلے کہا۔ "بھو ——— یہ ہے۔" لیکن صرف "ہے" سے تو کام نہیں بنتا۔ اس لئے اُس نے کہا۔ "بھوہ ——— یہ ہوتا رہے گا"۔ لیکن صرف "ہوتا رہنے" یا "ہونے" سے بھی تو کام نہیں بنتا۔ "ہے" ——— "ہوتا ہے" تو کاہے کیلئے ہوتا ہے؟ اس لئے اُس نے کہا۔ "سوہ ——— سُکھ کے لئے" ——— اس لئے کہ ہر چیز سُکھ کی طرف، کلیان کی طرف آنند کی طرف بڑھتی جائے۔

شائد یہ بات بہت مُشکل ہو گئی آپ کے لئے۔ میں اسے آسان کئے دیتا ہوں۔ "بھو" کا مطلب ہے "بیج"۔ لیکن بیج اگر ہمیشہ بیج کے رُوپ میں ہی رہے تو اس کا فائدہ کیا ہے۔ بیج کی سپھلتا اس بات میں ہے کہ وہ درخت بنے۔ "بھوہ" کا مطلب ہے درخت۔ رکشا کیا ہوا بیج جب پھیلتا ہے تب اُسے "بھوہ" کہتے ہیں۔ لیکن درخت اگر درخت ہی بنا رہے۔ اگر اُس کی چھایا نہ ہو، اس کے پھل نہ ہوں، پھُول نہ ہوں تو پھر وہ بے معنی ہے۔ یہ چھایا، پھل اور پھُول ہی "سوہ" ہیں۔ وہ بیج کو نشٹ نہیں ہونے دیتے۔ لگاتار چلاتے اور پھیلاتے رہتے ہیں تاکہ اُن سے سُکھ اور آنند بڑھتا جائے۔ بیج، درخت اور پھل یہ ہیں "بھو" ——— "بھوہ" اور "سوہ"

"بھُو" کا مطلب ہے پران ——— سنسار میں ہر جگہ پران کو دیکھنا۔ پران میں ایشور کو دیکھنا۔ ایسی کوشش اُپاسک کو کرنی چاہیئے۔ یوں محسوس کرنا چاہیئے کہ وہ پرانا دھار پرمیشور کی گود میں بیٹھا ہے۔ اس کے ہر طرف وہ ہی وہ ہے۔ پران کی رکشا کرتا ہوا۔ پران کو بچاتا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی اسے سوچنا چاہیئے کہ میں جو اپنے دیوتا کو "پران رُوپ" اور "پران کی رکشا کرنے والا" کہتا ہوں تو کیا میں بھی کسی کے پران کی رکشا کرتا ہوں؟ میرا بھی تو فرض ہے تاکہ میں دُوسروں کے پران کی رکشا کرُوں۔ اُن کے پران کو چھینوں نہیں۔

"بھوہ" کا مطلب ہے ——— "دُکھوں سے بچانے والا۔ دُکھوں سے رکشا کرنے والا۔ دُکھوں کو دُور کرنے والا" ——— جب یہ "بھوہ" اکھشر میں کہوں تو مجھے محسوس کرنا چاہیئے کہ میرے دُکھ دُور ہو رہے ہیں۔ دُکھ میرے پاس آ نہیں سکتا۔ ایشور کی موجُودگی میں دُکھ کی کوئی ہستی نہیں۔ پیار سے، وشواس سے کہنا چاہیئے ——— "دُکھ کو دُور کر دے"۔ یہ کہنا چاہیئے ضرور۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ کیا میں بھی کسی کے دُکھ کو دُور کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگر میں دُوسروں کے لئے دُکھ ہی پیدا کرتا رہتا ہوں۔ تو پھر اپنے آپ کو دُکھوں سے دُور رکھنے کا جتن کیوں کرتا ہوں ——— ایشور کو "دُکھوں کا دُور کرنے والا" کیوں کہتا ہوں ——— ایشور کو اگر میں کہتا ہوں کہ "میرے دُکھ کو دُور کر" تو میرا بھی فرض ہے کہ میں دُوسروں کے دُکھ کو دُور کرُوں ——— اور اس کے ساتھ ہی ساتھ [illegible] مُکتی چاہتا

ہیں اُنہیں کیا میں نے خود ہی تو پیدا نہیں کر لیا۔ عام طور سے ہم یہی کرتے ہیں۔ خود ہی دُکھ کو پیدا کرتے ہیں۔ پھر بھگوان کو پکارتے پھرتے ہیں۔ "دُکھ کو دُور کر دے!"۔۔۔ خود ہی زنجیروں میں جکڑ لیتے ہیں اپنے آپ کو۔ پھر ایشور کو کہتے ہیں۔ "زنجیروں سے چھڑا دو مجھے"۔ کون چھڑائے گا ایسے آدمی کو؟ جس نے خود ہی اپنے آپ کو باندھ رکھا ہے۔ اُسے مکتی کون دلائے گا؟

سُنو اے دُنیا والو!۔۔۔ اپنے لئے دُکھوں کو پیدا نہ کرو۔ جن دُکھوں سے آج تم دُکھی ہو اُن میں ۷۵ فیصدی تمہارے اپنے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ سماج میں، گھر میں، دیش میں، ہر جگہ میں یہی بات دیکھتا ہوں۔ دُکھوں کی بہت بڑی مقدار کو ہم خود ہی پیدا کرتے ہیں۔ پھر خود ہی چلاتے پھرتے ہیں کہ ہم دُکھی ہو گئے۔

ایک سیدھی سی، آسان سی بات ہے کہ گھر میں ہر چیز ایک مقررہ جگہ پر رکھو۔ لیکن اس چھوٹی سی بات کو بھول کر اُن گھروں میں جہاں چیزوں کو رکھنے کی جگہ مقرر نہیں، کیا ہوتا ہے یہ میں نے ایک بار دیکھا۔ صبح ہوئی۔ بچے کو سکول جانا ہے۔ آج اُس کا امتحان ہے۔ جلدی سے اُٹھا۔ کسی طرح روپیٹ کر نہایا۔ پاجامہ پہننے لگا تو پاجامے میں "نالہ" نہیں۔ وہ چلایا کہ نالے کے بنا پاجامہ کیسے پہنوں؟۔۔۔ ماں نے کہا نالہ ڈالنے والی لکڑی سے لے۔ نالہ ڈال لے۔۔۔ لیکن چیزوں کو رکھنے کی کوئی جگہ تو مقرر نہیں۔ وہ لکڑی ملے تو کہاں سے؟ دوڑ بھاگ کے تھک گئے تو حکم ہوا کہ "ارے داتن لے لو۔ داتن سے نالہ ڈال لو"۔ اب داتن کی تلاش شروع ہوئی۔ لیکن داتن گھر میں تو اُگتی نہیں۔ کوئی جگہ اُس کے لئے مقرر نہیں۔ ملے تو کہاں سے؟ بچے کے سکول جانے کا وقت ہوا جاتا ہے۔ دیر ہوئی جاتی ہے۔ آخر میں حکم ہوا۔ "ارے پنسل سے ہی نالہ ڈال لو۔ کیا آفت مچا رکھی ہے"۔ بچے کے پاس پنسل تو ہے۔ اُسی سے نالہ ڈالا گیا۔ نالہ پڑ گیا پاجامے میں۔ لیکن پنسل کا سِکہ ٹوٹ گیا۔۔۔ بچہ چلایا کہ۔ "اب میں امتحان کیسے دوں گا۔ میرا تو ڈرائنگ کا امتحان ہے۔ پنسل کے بنا کیا کروں گا"۔ اُسے چلاتا دیکھ کر کسی نے کہا۔ "ارے بھائی! چلاتے کیوں ہو؟۔ چاقو لے کر پنسل گھڑ لو"۔ اب چاقو کی تلاش شروع ہوئی۔ تلاش کرنے پر بھی جب وہ نہیں ملا تو حکم ہوا۔ "چاقو تو ملتا نہیں۔ پتاجی کے حجامت کے سامان سے بلیڈ نکال کر اُس سے پنسل گھڑ لو"۔ بچے نے نکالا بلیڈ۔ پنسل کو گھڑنے لگا۔ بلیڈ تھا تیز۔ اُنگلی کٹ گئی۔ خون بہنے لگا۔ ہنگامہ مچ گیا۔ "ٹنکچر نکالو"۔۔۔ پتی مہاشے چلائے جا رہے ہیں۔ "جلدی کرو۔ ٹنکچر لاؤ۔ خون بہا جاتا ہے"۔ پتنی جی ادھر اُدھر دوڑتی ہوئی کہہ رہی ہیں۔ "ٹنکچر تو میں نے سنبھال کر رکھی ہے الماری میں۔۔۔ لیکن اب کیا کروں۔ اُس کی چابی نہیں ملتی"۔

لے او دنیا والو! ۔ اس طرح تم اپنے لئے دُکھ پیدا کرتے ہو۔

ایک سجن کے گھر میں تھا میں۔ رات کا وقت تھا۔ بجلی فیل ہو گئی۔ ایک منٹ انتظار کیا۔ دو منٹ بجلی نہیں آئی۔ تب شور مچا کہ موم بتی جلا لو ——— لیکن موم بتی کے لئے کوئی جگہ مقرر ہو تب تو وہ ملے۔ نہیں تو اندھیرے میں ملے کس طرح ؟ کسی نے کہا۔ "دیا سلائی لاؤ۔ موم بتی تلاش کرنی ہے۔" اب دیا سلائی ہی نہیں ملتی۔ خوش قسمتی سے ایک سجن بیٹھے وہاں۔ اُن کی جیب میں دیا سلائی کی ڈبیا تھی۔ اُن سے ڈبیا لے کر موم بتی کی تلاش ہونے لگی۔ ایک، دو، دس، بیس کتنی ہی تیلیاں جل گئیں۔ موم بتی نہیں ملی ——— تب کسی نے کہا۔ "ارے بھائی! بازار سے موم بتی منگا لو۔ پتہ نہیں گھر میں ہے بھی یا نہیں"۔ نوکر دوڑا دوڑا گیا۔ موم بتی لے آیا۔ اب دیکھا تو ڈبیا میں دیا سلائی کی تیلیاں ختم ہو گئی ہیں۔ نوکر کو پھر دوڑایا گیا۔ ڈبیا آئی۔ موم بتی جلانے لگے تو بجلی آ گئی۔ گھر کے مالک صاحب تھک کر کُرسی پر بیٹھ گئے۔ لمبا سانس لے کر بولے۔ "کیا خاک سوراج ملا ہے ملک کو۔ بار بار بجلی بند ہو جاتی ہے۔"

اب ان صاحب کو وہ سوراج ہی بُرا معلوم ہونے لگا جس کے لئے ہزاروں لوگوں نے اتنے بڑے بڑے بلیدان دیئے ——— سوراج کو گالیاں دیتے ہیں وہ ۔ یہ نہیں سوچتے کہ گھر میں کوئی چیز ٹکانے سے بھی رکھنی چاہیئے۔ ان دُکھوں کو کون پیدا کرتا ہے۔ یقیناً ہم خود پیدا کرتے ہیں۔ پیدا کر کے ہم خود ہی چِلّاتے ہیں ۔ شکایت کرتے ہیں۔

اسی طرح کڑوا بولنے سے بھی دُکھ ہوتا ہے۔ کئی لوگ تو کڑوا بولنے اور گالیاں دینے کو اپنی عادت بنا لیتے ہیں۔ ایک بار لاہور کے انار کلی بازار میں بھلّہ جی کی دُکان میں مَیں کھڑا تھا۔ بازار میں دو آدمیوں کا معمولی سا جھگڑا ہو گیا۔ ایک آدمی نے موٹی سی گالی دے دی۔ دُوسرا آدمی اُلجھ پڑا۔ بات عدالت تک پہنچی مجسٹریٹ نے گالی دینے والے سے پُوچھا ۔ "تم نے اس آدمی کو گالی کیوں دی ؟" گالی دینے والے نے تین چار موٹی موٹی گالیاں دے کر کہا۔ "کون کہتا ہے میں نے گالی دی ۔ میں تو گالی دیتا ہی نہیں"۔ مجسٹریٹ نے مُسکرا کر کہا۔ "میں سمجھ گیا صاحب! اب کسی گواہی کی ضرورت نہیں۔"

کئی لوگ کڑوا بولنے، نِندا کرنے اور چُغلی کرنے کی عادت بنا لیتے ہیں ۔ یہ مانا ئیں ہیں نا ۔ انہیں بہت مزہ آتا ہے دُوسرے گھر میں جا کر اپنے گھر کی باتیں کہنے میں۔ انہیں یہ پتہ نہیں لگتا کہ دُوسروں کو کہنے سے دُکھ کم نہیں ہوتا۔ لوگ دُکھ کو بانٹ نہیں لیتے۔ صرف دل ہی دل میں ہنستے رہتے ہیں۔

تُلسی پر گھر جائے کے . دُکھ نہ کہیئے روئے ؟
لوگ ہنسائی ہوت ہے بانٹ سکے نہیں کوئے

لیکن تلسی جی تو چلے گئے۔ ان ماتاؤں کو اس سے کیا؛ یہ پہنچتی ہیں دُوسرے کے گھر میں۔ بکھان شروع کرتی ہیں اپنے گھر کا۔ میری بہُو ایسی ہے۔ میری ساس ایسی ہے۔ میری نند ایسی ہے۔ میری جیٹھانی ایسی ہے۔ ہر بات مرچ مصالحے لگ کر، بڑی ہو کر، پھیل کر واپس گھر میں پہنچتی ہے۔ وہاں مہابھارت شروع ہو جاتا ہے اب اس مہابھارت کو پیدا کون کرتا ہے؛ اس دُکھ کو بڑھاتا کون ہے؛ پھیلاتا کون ہے!— کیا میں ادیا کرتا ہوں!

خود ہی ہم دُکھ کو پیدا کریں۔ خود ہی چلاتے پھریں۔ یہ تو ٹھیک نہیں۔

ایسے اور بھی کتنے ہی دُکھ ہم خود ہی پیدا کرتے ہیں۔ سماج کے اندر ایسے رسم و رواج ہم نے شروع کر رکھے ہیں جن سے دُکھ کے سوائے سُکھ کبھی ہو نہیں سکتا ہے۔ سب سے بڑا دُکھ تو یہی ہے کہ لڑکوں کے لئے لڑکیاں نہیں ملتیں۔ لڑکیوں کے لئے لڑکے۔ یہ روگ ہم نے پیدا نہیں کیا تو کس نے کیا ہے؛ ہر آدمی چاہتا ہے کہ میری لڑکی کا بیاہ گورنر سے ہو جائے۔ اب گورنر تو صوبے میں ایک ہوتا ہے۔ ایک لڑکی کی شادی ہو جائے گی اُس سے۔ باقی لڑکیاں کیا کریں گی؛ گرہست آشرم کو رشیوں نے سب سے اُونچا اور سب سے مہان کہا تھا۔ آج وہی گرہست آشرم "نرک دھام" بن گیا ہے۔ کیوں؛ اس لئے کہ ایسے لوگ گرہستی بننے کی کوشش کرتے رہتے ہیں جنہیں گرہستی بننے کا دراصل کوئی حق نہیں۔ بہت بڑی ذمہ داری کی بات ہے یہ۔ بہت بڑی قابلیت اس کے لئے ہونی چاہیئے۔ ہمیں مکان کا نقشہ بنوانا ہو تو ہم اچھے انجینیئر اور نقشہ نویس کو تلاش کرتے ہیں۔ آپریشن کرانا ہو تو اچھے سرجن کو تلاش کرتے ہیں۔ ہر آدمی کو تو سرجن کا کام ہم سونپ نہیں دیتے ہر آدمی کو سرجن کی چھری دے دی جائے، ہر آدمی اگر چھری چلانے لگے تو تین چار مہینوں میں دہلی کی بڑھتی ہوئی آبادی کی سمسیا حل ہو جائے۔ اچھے ہو جائیں سب لوگ۔ جان ہی باقی نہ ہے۔ نقشہ بنوانے کے لئے، آپریشن کرانے کے لئے ہم قابل آدمی کو تلاش کرتے ہیں۔ اور اس سے بڑے اور سب سے اُونچے آشرم میں داخل ہونے کیلئے کوئی قابلیت نہیں۔ ایسی حالت میں گرہست آشرم "نرک دھام" نہیں بنے گا تو اور کیا ہو گا!

رگ دید منڈل دس سوکت ۸۵ منتر ۳۶ میں لکھا ہے کہ چار گُن ہوں تو گرہست آشرم میں داخل ہونا چاہیئے۔ نہ ہوں تو نہیں ہونا چاہیئے۔ پہلا گُن ہے شریر کا صحت ور اور طاقت ور ہونا۔ شریر میں شکتی ہونا۔ جو لوگ مریل ٹو ہیں اُن کے لئے گرہست آشرم میں کوئی جگہ نہیں۔ دُوسرا گُن ہے وشال دل والا ہونا۔ تیسرا گُن ہے اچھی میدھا والا ہونا۔ چوتھا گُن ہے۔ ہمیشہ خوش رہنا —— یہ چار گُن جن کے اندر ہوں صرف اُنہیں کو گرہستی بننے کا حق ہے۔ ایسے لوگوں کو نہیں جن کے دماغ کا پارہ ذرا ذرا سی بات پر

۱۰۶ ڈگری تک جا پہنچتا ہو، جو ہر وقت مُنہ بسورے رہتے ہوں۔ جو ہر بات کو صرف سوارتھ کے نقطۂ نظر سے دیکھتے ہوں کسی بھی آدمی کو جو گرہست آشرم میں داخل ہونا چاہتا ہے دیکھنا چاہیئے کہ یہ چار گُن اس کے اندر ہیں یا نہیں۔ اور جو لوگ ان گنُوں کو دیکھے بغیر شادیاں کر بیٹھے ہیں اُنہیں چاہیئے کہ اپنے دل کو ٹٹولیں۔ اگر یہ گُن اُنکے اندر نہیں ہیں تو انہیں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ گرہست میں ایک ساتھی کے اندر بھی یہ گُن ہوں تو گرہست چلتا ہے۔ دونوں میں نہ ہوں تو پھر "بابا بھی گرم، بابا کے چنے بھی گرم" والی بات ہوتی ہے۔ گرہست آشرم سُکھی نہیں بنتا۔ جو دُکھ ہم نے خود ہی پیدا کئے ہیں انہیں دور کرنے کا جتن بھی ہمیں خود ہی کرنا چاہیئے۔ ہاں۔ جن دُکھوں کو دور کرنے میں ہم ناکام ہو جائیں اُن کیلئے ایشور سے مدد مانگنی چاہیئے ضرور۔ ایسی مدد ملتی ہے۔ ایشور کی کرپا سے دُکھ دُور ہوتے ہیں۔ وہ دُکھوں کو ناش کرنے والا ہے۔ اپنے دیش کے اندر ہم نے ایک پاپ کیا۔ اُس کا پھل ہمیں بھوگنا پڑا۔ برہمن، کشتری، دیش اور شودر کی تقسیم ذات پات کی تقسیم نہیں تھی۔ صرف سماج کے کاموں کی تقسیم تھی۔ اسے ہم نے ذات پات کا آدھار بنا دیا۔ اونچ نیچ کو شروع کر دیا۔ چھوا چھوت کو شروع کر دیا۔ غلط بات تھی یہ۔ غلط نتیجہ اس کا ہوا۔ کام کی تقسیم سے کوئی اونچا نہیں ہوتا۔ کوئی نیچا نہیں بنتا۔ میرے جسم میں یہ پاؤں ہیں نا؟ — شودر کا کام کرتا ہے یہ۔ کیلاش کی یاترا میں لپولیک گھاٹی میں پاؤں پھسل گیا۔ زخمی ہو گیا۔ ڈیڑھ میل تک میں اس زخمی پاؤں کے ساتھ ہی چلتا رہا۔ میرا پاؤں زخمی ہو گیا۔ کیا اسی لئے اسے کاٹ کر پھینک دیتا کاٹ کر پھینکا نہیں میں نے — اسے اچھوت نہیں بنایا —— میں اس کی قیمت جانتا تھا۔ ہر حصے کی اپنی قیمت ہے۔ سر کی، بازوؤں کی، پیٹ کی، پاؤں کی —— ہر چیز ضروری ہے۔ کوئی چھوت یا اچھوت نہیں۔ کوئی اونچا یا نیچا نہیں۔ اس خواہ مخواہ کے ابھیمان نے ایسی حالت پیدا کر دی ہے کہ آج سب کچھ گڑبڑ ہو گیا ہے۔ نہ برہمن رہے ہیں نہ کھشتری۔ شودر بھی نہیں رہے۔ سب لوگ "ویش" بن گئے ہیں۔ وہ بھی لنگڑے۔ "ویش" کا کام ہے دھن کو کمانا۔ لیکن اپنے پاس نہیں رکھنا۔ بلکہ دوسروں کے بھلے کے لئے خرچ کر دینا۔ وید بھگوان صاف شبدوں میں کہتا ہے ——

" او کمانے والے سُن —— اکیلا نہیں کھانا۔ تیری اس کمائی پر صرف
تیرا حق نہیں، سارے سماج کا حق ہے۔ اس دیش کے ان، پانی
مٹی سے بنا ہے تیرا دھن۔ سارے دیش کا حق ہے اس پر......"

یہ تھا وید کا حکم۔ لیکن جب یہ حالت نہ رہی تب —— تب کیا ہوا؟ کیمونزم جاگ اُٹھا۔ یہ کیمونسٹ کیا ہیں؟ اُن پونجی پتیوں، اور سرمایہ داروں کی اولاد جو دولت کو اپنے سینے سے لگائے پھرتے تھے۔ بنک میں

ایک "فکسڈ ڈیپازٹ" ہوگئی۔ پھر ایک اور "فکسڈ ڈیپازٹ" - پھر ایک اور - تب اور - تب اور - کوئی انت نہیں - میں کمیونزم کو اچھا نہیں کہتا۔ اُس کی تعریف نہیں کرتا۔ کمیونزم انسان کو سُکھی نہیں کرے گا۔ سوشلزم بھی نہیں کرے گا۔ جیسا سماج آج بن رہا ہے۔ اُس میں دان پنیہ ختم ہو جائیگا۔ نت نئے ٹیکس آج لگ رہے ہیں۔ ہر آدمی کہتا ہے - ہاتھ تنگ ہو گیا۔ دان کہاں سے کریں؟ ــــ ہر تین سو یا چار سو برس کے بعد دُنیا میں یہ حالت پیدا ہوتی ہے۔ لوگ سماج واد سے پُونجی واد کی طرف۔ پُونجی واد سے سماج واد کی طرف بڑھتے ہیں۔ اصل میں دونوں غلط ہیں ــــ لیکن آج جو غلط حالت پیدا ہوئی۔ اس کی ذمہ داری کس پر ہے؟ یقیناً اُن سرمایہ داروں پر جنہوں نے دولت کو اپنا دیوتا بنا لیا۔

ایک بار سور گیہ مہاتما ہنس راج جی کے ساتھ میں کلکتہ گیا۔ ایک سیٹھ جی کے پاس ہم دان لینے کے لئے گئے۔ سیٹھ صاحب نے کہا۔ آپ پہلے مجھ سے بات کریئے۔ میرے ساتھ کھانا بھی کھایئے۔ ہم نے کہا۔ بہت اچھا۔ کھانا کھانے کے وقت ہم اُن کے پاس پہنچے۔ ہمارا کھانا تو خیر ٹھیک تھا۔ لیکن سیٹھ جی کی تھالی تھی چاندی کی۔ اُس میں ایک کول بھی چاندی کا۔ تھالی میں جاپانی غبارے کی طرح پھولا ہوا ایک پھلکا پڑا تھا۔ چاندی کے کول میں تھوڑا سا پیلا پانی تھا۔ پتہ لگا کہ سیٹھ جی یہی ایک پھلکا اور پیلا پانی کھائیں گے۔ حیرت سے ہم نے پوچھا "سیٹھ جی! آپ اتنا ہی کھاتے ہیں؟" وہ بولے۔ "ہاں۔ اس سے زیادہ ہضم نہیں ہوتا۔" ہم نے کہا۔ "کوئی مکھن یا دُودھ تو لیتے ہونگے صبح؟" اُنہوں نے کہا ـ "رام رام کرو جی - میرے چھوٹے بھائی نے ایک بار دُودھ پیا تھا۔ پیٹ میں بادل جیسے گرجنے لگے۔ تب سے ہمارے گھر میں کوئی دُودھ نہیں پیتا۔" مہاتما جی نے کہا۔ "لسّی تو پیتے ہوں گے آپ؟" سیٹھ جی بولے۔ "ایک بار دو دن لسّی پی تھی۔ مہینہ بھر زکام رہا۔ اس کے بعد کبھی نہیں پی۔" میں نے کہا۔ "بادام، پستہ، کشمش تو کھاتے ہوں گے کبھی؟" وہ بولے۔ "بادام ہضم نہیں ہوتے، پستہ بہت گرم ہوتا ہے، کشمش میں جانتا نہیں کہ کیسا ہوتی ہے۔" مہاتما جی نے کہا۔ "پھر پھل ہی کھا لیا کرو۔" سیٹھ جی بولے۔ "وہ میرے انوکول نہیں بیٹھتے۔" میں نے دل ہی دل میں کہا۔ "پھر سنکھیا کھاؤ۔ وہی تمہارے لئے رہ گیا ہے۔" یہ ہے کمیونزم کا اصل کارن۔ یہ لوگ نہ خود کھاتے ہیں، نہ دُوسروں کو کھانے دیتے ہیں۔ یہ نہیں کرتے کہ خود نہ کھا سکیں تو دُوسروں کو ہی کھلا دیں۔ دُنیا میں بھوک نہ رہنے دیں، افلاس نہ رہنے دیں ــــ ان کی اس غلط ذہنیت سے کمیونزم پیدا ہوتا ہے۔ یہ کمیونسٹ دراصل انہیں سرمایہ داروں کی اولاد ہیں جو ان سے بہت گھبراتے ہیں۔ خراب کام یہ

خود کرتے ہیں۔ جب مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں بھگوان کی مرضی۔ ایک عجیب تماشہ ہم نے بنا رکھا ہے۔ کوئی اچھی بات ہو جائے تو ہم کہتے ہیں۔ "دیکھو۔ میں نے کیا کمال کیا"۔ کوئی بُری بات ہو جائے تب کہتے ہیں۔" بھگوان کو یہی منظور تھا۔" اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اچھے اچھے کام ہم کرتے ہیں۔ بھگوان صرف بُرے کام کرتا ہے۔ لیکن ایسا تو ہے نہیں۔ ہم خود ہی اپنے لئے دُکھ کو پیدا کرتے ہیں۔ خود ہی چلاتے ہیں کہ دُکھ کہاں سے آ گیا؟

اب "سوہ" کی بات سُنو۔ "سوہ" کا مطلب ہے۔ "نتائیے پرتھو! مجھے سُکھ دے"۔ اچھی پرارتھنا ہے یہ۔ کرنی چاہیئے ضرور۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی تو کوشش ہونی چاہیئے کہ میں بھی کسی کو سُکھ دوں ___ اگر میں کسی کو سُکھ نہیں دیتا۔ اگر میں دُوسروں کی تکلیفوں کو دُور نہیں کرتا اور صرف بھگوان سے ہی سُکھوں کی یاچنا کرتا ہوں تو یاد رکھو یہ یاچنا کبھی مانی نہیں جائے گی۔ ایسے جانا چاہتے ہو بمبئی۔ چڑھ بیٹھے ہو اس گاڑی میں جو امرتسر جاتی ہے تو بمبئی میں پہنچو گے کس طرح؟

ہمارے شاستروں نے کہا۔ "اُٹھو بڑھو۔ ایسی جگہ تلاش کرو سُندر مکان بنانے کیلئے جہاں روگ نہ ہوں۔ بیماریاں نہ ہوں"۔ ہم نے سمجھا کہ مکان بنانے کا مطلب صرف پیسہ کمانا ہے۔ افریقہ میں بہت سے ہندوستانی رہتے ہیں۔ افریقہ کے کچھ حصوں میں بہت ہریاول ہے۔ بیوپار کا بہت سادھن بھی ہے۔ جو لوگ وہاں گئے وہ زیادہ تر پیسہ کمانے کیلئے گئے۔ وہاں اُنہوں نے مکان بھی بنا لئے۔ لیکن افریقہ کی ہریاول سے صحت نہیں، بیماریاں نکلتی ہیں۔ سو میں سے ڈیڑھ سو ہندوستانی وہاں بیمار ہیں ___

{ سو میں سے ڈیڑھ سو کی یہ بات سُن کر کئی لوگ ہنس اُٹھے
سوامی جی کہتے رہے .... }

میرا مطلب یہ ہے کہ کئی لوگوں کو دو دو بیماریاں ہیں۔ اب سوچیئے کہ کہاں جا کر بنا دیا اُنہوں نے مکان؟ ویدنے تو ایسا مکان بنانے کیلئے نہیں کہا۔ وہ تو کہتا ہے ایسا ستھان تلاش کرو جو صحت دینے والا ہو۔ ایسا مکان بناؤ جس کے ہر کمرے میں سُورج کی دھوپ آتی ہو۔ ایسا آپ نے کیا نہیں۔ اب رونے اور چلاّنے سے کیا ہوگا؟ روؤ نہیں۔ رونے سے۔ چنتا کرنے سے، ہر وقت فکر میں ڈوبے رہنے سے عمر گھٹتی ہے۔ بڑھتی نہیں۔ جو بہت چنتا کرتا ہے اُس کے بال بے وقت میں ہی سفید ہو جاتے ہیں۔ یہ میرا بچہ بیٹھا ہے رنبیر۔ پھانسی کی کوٹھڑی میں تھا یہ تو میں ہر روز اس کے پاس جایا کرتا تھا۔ اس کو اُپنشد سُنانے، بھگوان کا رُوپ بتانے اور آتم کلیان کا مارگ دکھانے کیلئے۔ جس

کوٹھڑی میں تھا یہ۔ اُس کے سامنے والی کوٹھڑی میں ایک نوجوان تھا۔ اس کو بھی پھانسی کی سزا کا حکم تھا لیکن ابھی اپیل دائر تھی۔ اُمید تھی اُس کے دل میں۔ کافی تندرست، اور توانا نوجوان تھا۔ موج میں آکر گایا کرتا تھا ؎

بخش گناہ ہیں میرے
ہیں کھا دے ٹکڑے تیرے

لیکن آخر وہ دن آیا جب اُس کی اپیل نامنظور ہوگئی۔ اس سے ایک دن پہلے میں نے اُسے دیکھا تھا۔ ہنستا ہوا، چمکتا ہوا چہرہ۔ سیاہ کالے بڑے بڑے بال۔ بھری ہوئی کالی داڑھی۔ دوسرے دن اُس کی کوٹھڑی کی طرف دیکھا تو ایک بوڑھا وہاں بیٹھا تھا۔ چہرہ پیلا۔ داڑھی سفید۔ سر کے بال بھی سفید۔ خاموش جیسے بیہوش ہوگیا ہو ــــ میں نے جیل والوں سے پوچھا۔ "کل جو قیدی یہاں تھا وہ کہاں گیا؟"۔ اُنہوں نے بتایا۔ "یہی وہ قیدی ہے۔ کل اس کی اپیل خارج ہوگئی۔ ایک ہی رات میں اس کے بال سفید ہوگئے۔"

یہ ہے چنتا کا نتیجہ۔ اور یہاں کسی کو بھی پوچھ کر دیکھئے۔ سب کو کوئی نہ کوئی چنتا ہے۔ ہاں۔ بمبئی میں ایک بار ایک ماں کو میں نے دیکھا۔ اُسے عجیب قسم کی چنتا تھی۔ سیٹھ شورجی ولبھداس کے سپتر شری پر تاپ جی شورجی نے چاروں ویدوں کے منتروں سے بھاری یگیہ کیا تھا۔ بہت بڑے سیٹھ ہیں وہ۔ سیٹھ کے مہمان بھی تو سیٹھ ہی ہوتے ہیں۔ اُنہیں میں ایک ماتا تھی۔ بہت فکرمند۔ میں نے پوچھا۔ "ماں! تمہیں کس بات کی چنتا ہے؟" وہ بولی۔ "مجھے یہ چنتا ہے کہ مجھے کوئی بھی چنتا کیوں نہیں!"

اب بتائیے۔ ایسے لوگوں کا کوئی کیا کرے!

وید کہتا ہے ــــ ہمیشہ خوش رہو ــــ جو خوش نہیں رہتا اُسے گرہست آشرم میں داخل ہونے کا، اس میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ میں ایک بار ایبٹ آباد میں گیا۔ ایک سجن کے ہاں ٹھہرا۔ اُن کا نام نہیں لوں گا۔ میرا سوبھاؤ ہے بچوں کے ساتھ کھیلنا۔ اُن کے بھی بچے تھے۔ دن بھر میں اُن کے ساتھ کھیلتا رہا۔ شریمان جی دفتر گئے ہوئے تھے۔ دن بھر گھر کے اندر قہقہے گونجتے رہے۔ لیکن جیسے ہی ساڑھے چار بجے ویسے ہی ایک بچے نے کہا۔ "ارے پتا جی کے آنے کا وقت ہوگیا"۔ دوسرے نے کہا۔ "وقت کیا۔ سامنے سڑک پر تو آ رہے ہیں وہ۔" جلدی سے ایک بچہ صوفے کے پیچھے جا چھپا۔ ایک پلنگ کے نیچے گھس گیا۔ ایک میز کے نیچے چلا گیا ــــــ ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ شریمان جی بڑے رعب سے آئے۔ سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئے۔ میں نے کہا۔ "بھائی میرے۔ تمہارے بچے تم سے اتنا ڈرتے کیوں ہیں ــــ یہ دیکھو۔ تمہیں آتا دیکھ کر ایک میز کے نیچے جا چھپا ہے۔ ایک صوفے کے پیچھے دبکا

پڑا ہے۔ ایک پلنگ کے نیچے گھس گیا ہے۔ بچے اپنا پول کھُلنے پر نکل کر بھاگے۔ میں ہنس اُٹھا۔ وہ شرمیاں جی مُسکرا بھی نہیں سکے۔ بولے ۔ "میں گھر میں ذرا رُعب سے رہتا ہوں۔ اس سے گھر کا ڈسپلن ٹھیک رہتا ہے"۔ میں نے کہا۔ "تمہارا یہ گھر ہے یا سنٹرل جیل۔ یہ کیا رُعب جما رکھا ہے تم نے کہ تم آؤ اور بچوں کے پران سُوکھ جائیں ___ ارے ہونا تو یہ چاہیئے کہ تم آؤ، اور بچے تم سے چمٹ جائیں۔ کوئی سر پر چڑھ جائے، کوئی ہاتھ پکڑ لے، کوئی کندھے پر جا بیٹھے۔ ایسا کرنے سے تمہارا بھی خون بڑھیگا۔ بچوں کا بھی۔"

اسی لئے وید کہتا ہے ___ "خوش رہو"۔ لیکن کچھ لوگوں سے پُوچھیئے۔ "روتے کیوں ہو؟" تو وہ کہتے ہیں ۔ "شکل ہی ایسی ہے" ___ اب جن کی شکل ہی ایسی ہے اُن کے لئے میں کیا کہوں؟ کچھ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ ۔ "آنند سوامی! تو چلا گیا ہے گھر بار چھوڑ کے گنگوتری۔ ہم رہتے ہیں دہلی میں۔ یہاں کبھی یرقان، کبھی مرقان، کبھی ووٹ، کبھی کھوٹ ___ ہم کو پُوچھ کے دیکھو۔ چنتا کے بنا گذارہ نہیں"۔ میں کہتا ہوں۔ گذارہ ہے ___ کوئی دُکھ اور کشٹ ہو تو اسے دُور کرنے کا جتن کرو ضرور۔ پھر پھل کو بھگوان پر چھوڑ دو۔ ہر وقت چنتا میں مت ڈُوبے رہو۔ اور اس سچائی کو کبھی نہ بھُولو کہ ___

یا خون پسینہ کر کے بہا ۔ یا تان کے چادر سوتا جا
یہ ناؤ تو چلتی جائے گی ۔ تُو ہنستا رہ یا روتا جا

یہ کیا ہوا کہ کرو کراؤ کچھ نہیں بس چنتا کرتے رہو۔ یاد رکھو ۔ جو دُکھ تم نے خود پیدا کر لئے ہیں۔ اُنہیں دُور کرنے کا جتن بھی تم کو کرنا ہوگا۔ باقی جو تمہارے بس میں نہیں، اُن کے لئے بھگوان سے پرارتھنا کروگے تو دُکھ دُور ہوں گے ضرور ___ دکھوں سے گھبراؤ نہیں۔ مہابھارت کے یُدھ کے بعد کرشن بھگوان جب دوارکا جی کو واپس جانے لگے تو کُنتی سے بولے۔ "ماں! کوئی اور بھی سیوا ہے کیا؟" کُنتی بولی ___ "ہاں بھگوان! ایسی کرپا کرو کہ ہم پر کشٹ کلیش آتے ہی رہیں"۔ کرشن بھگوان نے پُوچھا ۔ "ایسی بات کیوں مانگتی ہو؟" کُنتی نے کہا ۔ "جب جب کشٹ آتا ہے تب تب ہی آپ کے درشن ہوتے ہیں۔ اسی لئے کہتی ہوں۔ کشٹ آتے ہی رہیں تو اچھا ہے۔" ___ دُکھوں سے گھبراؤ نہیں۔ یاد رکھو وہ سب کچھ دیکھنے والی ماں ۔ وہ مہان کرپا والی مہا شکتی ۔ ہر وقت تمہیں دیکھتی ہے۔ ہر وقت تمہارے دُکھوں کو دُور کرنے کیلئے تیار ہے ___ پُکار کے کہہ ___

پربھو۔ آپ کی ہوں میں شرن نج چرن سیوک کیجئے

میں کچھ نہیں ہوں مانگتا جو آپ چاہیں دیجئے
سر آنکھ سے منظور ہے سُکھ دیجئے دُکھ دیجئے
جو ہوئے اچھا کیجئے پر دُور نہ در سے کیجئے

پڑا رہنے دو اپنے دوار پر — دُھل جانے دو آتما کا مَیل — پکار کے کہو — تم ہی سب کچھ ہو تم ہی نِہان ہو ——

اس طرح جو کرتا ہے اُس کے دُکھوں کا ناش ہوتا ہے ضرور — ضرور ہوتا ہے ناش۔

لیکن میں "سوہ" کی بات کر رہا تھا۔ ایشور سُکھوں کو دینے والا ہے۔ سُکھ کا مطلب ہے۔ "وہ جس کی اندریاں اچھی ہیں"۔ دُکھ کا مطلب ہے۔ "وہ جس کی اندریاں بُری ہیں"۔ اچھی کا مطلب ہے مرضی کے مطابق۔ بُری کا مطلب ہے مرضی کے خلاف۔ جس کی اندریاں بس میں ہیں وہی سُکھی ہے۔ جس کی اندریاں بس میں نہیں، وہ ہر حالت میں دُکھی ہے۔ پرائے بس میں ہے وہ۔ پرادھین ہے۔ اور

پرادھین سپنے سُکھ ناہیں

ہمارے پراچین رشی کہتے تھے — اپنی ضرورٰیات کو کم سے کم رکھو۔ تاکہ تمہیں ضرورت کے پُورا نہ ہونے سے تکلیف نہ ہو۔ آج ہم نے ضرورٰیات کو بڑھانا ہی اپنا اصُول بنا لیا ہے۔ بڑھاؤ ضروریات کو۔ لیکن یاد رکھو جتنا بڑھاؤ گے اتنا ہی دُکھ بھی پاؤ گے۔ اتنا ہی سُکھ سے دُور بھی ہوتے جاؤ گے۔ ایک بار ہم لوگ بمبئی میں ایک سجن کے ہاں دان مانگنے گئے۔ لالہ مہر چند جی مہاجن جو پچھلے دنوں بھارت کی سُپریم کورٹ کے چیف جسٹس تھے ہمارے ساتھ تھے۔ لالہ مہر چند جی پرنسپل بھی ہمارے ساتھ تھے۔ لالہ سائیں داس جی پرنسپل بھی تھے۔ جن سجن کو ہم ملنے گئے وہ لالہ سائیں داس جی کا شاگرد تھا۔ دیر تک ہم انتظار کرتے رہے۔ وہ اُوپر والے کمرے سے نیچے نہیں آئے۔ ہم نے نوکر سے پُوچھا۔ "صاحب کیا کر رہے ہیں؟" وہ بولا۔ "نکٹائی باندھ رہے ہیں"۔ اب بتلایئے، یہ نکٹائی کی ضرورت کیا ہے؟ کیا انگریزوں سے پہلے بھی اس ملک میں کوئی آدمی نکٹائی پہنتا تھا؟ انگریز چلا گیا، انگریزیت نہیں گئی — آج بھی کناٹ پلیس میں جا کر دیکھئے۔ سیٹ، میٹ، کیٹ پتہ نہیں کیا کچھ نظر آتا ہے — بڑھائے جاؤ ضرورتوں کو۔ لیکن یہ سُکھ کا راستہ تو نہیں ہے۔ اندریوں کو قابُو میں رکھنا ہی سُکھ ہے۔ اُن کے قابُو میں ہو جانا سُکھ کا نہیں ہمیشہ دُکھ کا کارن ہوتا ہے —— تم اگر بھگوان سے سُکھ چاہتے ہو تو اپنے لئے سُکھ پیدا کرنے کی بھی کوشش کرو — یہ ہے "بھو" — "بھوہ" — اور "سوہ" کا مطلب۔

یہ مطلب جب سمجھ آ جائے، اوم کا جاپ جب ہو جائے، تب آسن میں بیٹھ جاؤ۔ آسن کا مطلب

شریر کی ایسی حالت ہے جس میں آپ بنا کشٹ کے تین چار گھنٹے یا زیادہ دیر تک بیٹھے رہ سکیں۔ آسن میں بیٹھ کر۔ آنکھیں بند کر کے۔ ماتھے میں جہاں دونوں بھویں ملتی ہیں وہاں دھیان لگاؤ۔ یوگی لوگ اُسے آگیا چکر کہتے ہیں۔ کچھ لوگ اُسے "تربینی" بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہاں گنگا، جمنا اور سرسوتی آکر ملتی ہیں۔ کچھ لوگ اُسے "پریاگ" بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہاں "ایڑا" - "پنگلا" - اور "سوشمنا" کا ملاپ ہوتا ہے۔ پچھلی بار پریاگ میں کمبھ ہوا تو میں بھی وہاں گیا تھا جس بھیڑ میں سینکڑوں آدمی کچل کر مر گئے، اس میں مَیں بھی موجود تھا۔ بھیڑ میں پھنس گیا۔ ایسے معلوم ہوا کہ اب بچوں گا نہیں۔ اگر مجھے "کمبھک پرانایام کرنے کا طریقہ معلوم نہ ہوتا تو بچتا بھی نہیں۔ لیکن بچا۔ دوسرے دن ایک ہسپتال میں بھاشن بھی دیا۔ اُس میں کتنے ہی زخمی بھی موجود تھے۔ اُن سے میں نے پوچھا۔ "کیوں بھائی! - تمہیں پیڑا تو نہیں ہوتی۔ کیونکہ شاستروں میں لکھا ہے کہ جو آدمی ایک بار پریاگ میں نہا لے اُس کے جنم جنم کے دُکھ کٹ جاتے ہیں۔ جنم جنم کی پیڑا نشٹ ہو جاتی ہے"۔ وہ بولے۔ "ہمیں تو پیڑا ہوتی ہے۔ شاستر غلط کہتے ہیں کیا؟" میں نے ہنس کر کہا۔ "شاستر غلط نہیں کہتے۔ تم غلط سمجھتے ہو۔ جس پریاگ کی بات شاستر کہتے ہیں وہ یہ الہ آباد کا پریاگ نہیں —— بلکہ یہ ماتھے کا پریاگ ہے۔ دونوں بھووں کے درمیان یہ بھرکُٹی —— جہاں گنگا، جمنا، سرسوتی کے رُوپ میں ایڑا، پنگلا اور سوشمنا ناڑیاں آکر ملتی ہیں۔ یہاں جو شنان کر لیتا ہے۔ یہاں دھیان لگا کر جو بھور، بھوہ، سوہ کہتا ہے۔ اُس کے سبھی دُکھ، کشٹ اور کلیش دُور ہو جاتے ہیں۔ اُس کے لئے کوئی پیڑا باقی نہیں رہتی ——

لیکن اب وقت ہو گیا پُورا —— باقی کل ——

ادم تت ست

چھٹا دن

اُس دن بارش بہت زور سے ہو رہی تھی۔ آکاش میں بار بار بجلی چمکتی تھی۔ بادل گرجتے تھے۔ اولے بھی گرتے تھے۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ میں پوجیہ سوامی جی کی کتھا سُننے کیلئے گھر سے چلا۔ تو سمجھا کہ آج میرے اور کچھ ساتھیوں کے سوائے اور کوئی بھی کتھا سُننے کیلئے نہیں آئے گا۔ سوامی جی تو آئیں گے ہی۔ کتھا بھی کریں گے۔ آندھی ہو یا بجلی، دھوپ ہو یا بارش کوئی بھی چیز اُنہیں رُکتی نہیں۔ لیکن دوسرے لوگ اس بارش میں کہاں آئیں گے۔ آریہ سماج قرولباغ میں پہنچ کر دیکھا کہ سٹری چرنجیت لال ساہنی پاجامے پر جُرابیں چڑھائے، ہاتھ میں چھاتہ لیئے، بدستور اپنی ڈیوٹی پر کھڑے ہیں۔ اندر صحن میں لگایا گیا سائبان جگہ جگہ سے ٹپک رہا ہے۔ کتھا کا انتظام مندر کے اندر کیا گیا ہے۔ ۸½ بجنے میں صرف چند ہی منٹ باقی تھے۔ بہت لوگ آ نہیں سکے۔ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے پوجیہ سوامی جی نے اپنی کتھا شروع کر دی۔ میں سر جھکا کے لکھنے لگ گیا۔ ایک بار سوامی جی رُکے تو میں نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ مندر کا ہال کھچا کھچ بھرا تھا۔ اُوپر کی گیلری بھی بھری تھی، باہر کا برآمدہ بھی —— کتھا میں کتنی کشش ہے یہ میں نے اُس وقت سمجھا —— اور سوامی جی کہتے رہے ——

میری پیاری ماتاؤ تتھا سجنو!

آپ اگر کبھی پنڈت جواہر لال جی کو ملیں۔ پنڈت جی آپ سے پُوچھیں۔ بتاؤ۔ کیا مانگتے ہو۔ اور آپ کہیں کہ۔ مجھے ایک پاؤ رس گُلے منگوا دو۔ تو بتایئے کہ لوگ آپ کو کیا کہیں گے؟ جواہر لال جی تو آپ کو بہت کچھ دے سکتے ہیں۔ سارے دیش کی شکتی اُن کے ہاتھ میں ہے۔ دیش کا بھلا وہ کر سکتے ہیں۔ آپ بھی دیش میں رہتے ہیں۔ آپ کا بھوشیہ بنا سکتے ہیں۔ اُن سے ایک پاؤ رس گُلے مانگنا۔ اگر پاگلپن نہیں تو اور کیا ہے؟ اسی طرح بھگوان کے سامنے جا کر اگر آپ اُن چیزوں

سُکھ مانگنے لگیں جو یقیناً نشٹ ہونے والی ہیں تو جانیئے کیا یہ ٹھیک ہوگا۔ بھور، بھوہ، سوہ کا ذکر کرتے ہوئے کل میں نے "آتمیک چکر" میں بینے پریاگ" کا ذکر کیا تھا۔ وہاں پہنچ کر جب کہو۔ "نبے پران پیارے — دُکھوں کو دُور کرنے والے۔ سُکھوں کو دینے والے بھگوان" — اور جب وہ پرکاش جاگ اُٹھے۔ اندھکار دُور کرتا ہوا سُورج سامنے آجائے تب ایسی چیز نہ مانگو جو نشٹ ہونے والی ہے۔ اُس چیز کو مانگو جو نشٹ نہیں ہوتی۔ جو آگے لے جاتی ہے۔ وہ چیز ہے — "میدھا":

بھُور، بھوہ، سوہ — ان تین ویاہرتیوں (व्याहृतियां) میں ایک راز ہے۔ اُسے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ ان میں بھگوان کو پہلے دُکھوں کو دُور کرنے والا کہا گیا ہے۔ دُکھوں کو دُور کرنے کی پرارتھنا کی گئی ہے۔ پھر سُکھوں کو دینے والا کہا گیا ہے۔ سُکھ دینے کی یاچنا کی گئی ہے — ایسا کیوں ہے؟ ———

ہر روز ہم پڑھتے ہیں:—

विश्वानि देव सवितर्दुरितानि परासुव ।
यद् भद्रं तन्न आसुव ॥

اس میں بھی بھگوان کو "سویتا" کہا گیا ہے۔ اس میں بھی پہلے विश्वानि दुरितानि परासुव دُنیا بھر کی بُرائیوں کو، کشٹوں کو، کلیشوں کو اور دُکھوں کو پرے ہٹانے کی پرارتھنا کی گئی ہے۔ اس پرارتھنا کے بعد کہا گیا ہے —— جو بھدر ہے۔ جو کلیان کرنے والا۔ اور سُکھ دینے والا ہے —— وہ ہمارے پاس لے آؤ۔

ایسی بات کہی گئی تو کیوں؟ — پہلے دُکھوں اور پاپوں کو دُور کرنے کی پرارتھنا کی گئی تو کس لئے؟ اس لئے کہ جب تک انتہ کرن کا برتن صاف نہ ہو تب تک امرت اُس میں ڈالا نہیں جا سکتا۔ کہیں پھُول بکھیرنے ہوں تو وہاں سے گندگی صاف کر دی جاتی ہے۔ کہیں خوبصورت فرش بچھانا ہو تو پہلے جھاڑو دے کر زمین کو شُدھ کر لیا جاتا ہے۔

ایک مہاتما تھے۔ کسی گھر میں بھکشا مانگنے گئے۔ گھر کی مالکن دیوی نے بھکشا دی۔ ہاتھ جوڑ کر بولی "مہاتما! کوئی اُپدیش دو!" — مہاتما نے کہا۔ "آج نہیں کل اُپدیش دُوں گا"۔ دیوی نے کہا۔ "تو کل بھکشا بھی یہیں سے لیجئے"۔ دُوسرے دن مہاتما بھکشا کیلئے چلنے لگے تو اپنے کمنڈل میں کچھ گوبر بھر لیا۔ کچھ کوڑا، کچھ کرکٹ۔ کمنڈل کو لے کر دیوی کے گھر پر پہنچے۔ دیوی نے اُس دن بہت اچھی کھیر بنائی تھی اُن کے لئے۔ اُس میں بادام ڈالے تھے۔ پستہ ڈالا تھا۔ مہاتما نے آواز دی۔

"اوم ۔ تت ست"۔ دیوی کھیر کا کٹورا لے کر باہر آئی۔ مہاتما نے اپنا کمنڈل آگے کر دیا۔ دیوی اس میں کھیر ڈالنے لگی تو دیکھا کہ وہاں گوبر اور کوڑا بھرا ہے۔ رُک کر بولی۔ "مہاراج! یہ کمنڈل تو گندا ہے۔"
مہاتما نے کہا۔ "ہاں۔ گندا تو ہے۔ اس میں گوبر ہے، کوڑا ہے۔ لیکن اب کرنا کیا ہے؟ کھیر بھی اسی میں ڈال دیجئے۔" دیوی نے کہا۔ "نا، مہاراج۔ اس میں ڈالنے سے تو کھیر خراب ہو جائے گی۔ مجھے دیجئے یہ کمنڈل۔ میں اس کو صاف کرلاتی ہوں۔" مہاتما بولے۔ "اچھا ماں! تب ڈالیگی کھیر جب کوڑا کرکٹ صاف ہو جائے؟" دیوی بولی۔ "ہاں"۔ مہاتما بولے۔ "یہی میرا اُپدیش ہے۔ من میں جب تک چنتاؤں کا کوڑا کرکٹ اور بُرے سنسکاروں کا گوبر بھرا ہے۔ تب تک اُپدیش کے امرت کا فائدہ نہیں ہوگا۔ اُپدیش کا امرت حاصل کرنا ہو تو اس سے پہلے من کو صاف کرنا چاہئے چنتاؤں کو دُور کر دینا چاہیئے۔ بُرے سنسکاروں کو ختم کر دینا چاہیئے۔ تبھی ایشور کا نام وہاں چمکتا ہے، سُکھ اور آنند کی جیوتی جاگ اُٹھتی ہے۔"

جو اچھا ہے، جو کلیان کرنے والا ہے اور سُکھ کو دینے والا ہے۔ وہ میرے پاس آئے۔ اس سے پہلے ضروری ہے کہ جو بُرائی ہے۔ جو خراب ہے۔ جو اندھکار ہے وہ پرے چلا جائے۔ وشوانی دیو" کے منتر میں یہی بات ہے۔ بھور، بھوہ، سوہ میں بھی یہی بات ہے۔ گیان، کرم، اُپاسنا۔ تینوں کا نچوڑ ہے یہ۔ تینوں کا سار۔

یہ ایک راز ہے اس بھور، بھوہ، سوہ کا۔ اب ایک اور راز سُنیئے۔ بھوس رُوپ میں یہ بھور، بھوہ، سوہ ہی پران، اپان اور ویان ہیں۔ یہ شریر کیسے چلتا ہے؟ سنسار کیسے چلتا ہے؟ پران، اپان اور ویان سے۔ "اوم" یا گایتری منتر کا جاپ کرتا ہوا اُپاسک جب اپنے اندر کے پران کا تعلق سنسار کے مجموعی پران سے جوڑ لیتا ہے تب وہ ایک نہیں رہتا۔ سارا سنسار ہو جاتا ہے۔ ہر اُس چیز کے ساتھ اُس کا تعلق ہو جاتا ہے جس میں پران ہے۔ اور پران کے بغیر اس سنسار میں کوئی بھی چیز نہیں۔ ویدک تو گیان کے مطابق یہ سارا سنسار ایک وراٹ پرم پُرش کا شریر ہے۔ وید پُکار کے کہتا ہے ——

पुरुष एवेदꣳ सर्वं यद् भूतं यच्च भाव्यम्। (यजु० ३१।२)

پُرش ہی ہے یہ سب کچھ جو دکھائی دیتا اور محسوس ہوتا ہے۔ سارا سنسار ہی ایک جسم ہے۔ اسی لئے آریہ لوگ سارے سنسار کو اپنا دیش کہتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے دیش بنانے کی اُنہوں نے کبھی کوشش نہیں کی۔ چھوٹے چھوٹے دیش بنانے کی بات اُن لوگوں نے چلائی جو آریہ سنسکرتی اور آریہ

وچار دھارا کو بھول گئے۔ جب تک یہ سنسکرتی اور یہ وچار دھارا پھر سے اپنائی نہ جائے گی، جب تک یہ سارا سنسار ایک راشٹر نہیں بنے گا تب تک انترراشٹریہ جھگڑے کبھی ختم نہیں ہوں گے۔
دُنیا آج "امن۔ امن" چلاتی ہے۔ امن کا صحیح راستہ اس یُگ میں گیان کو سمجھنا اور آریہ وشو اسی کو اپنانا ہے کہ یہ سارا سنسار ایک ہی پُرش کا شریر ہے۔ بھور، بھوہ، سوہ میں یہ بات ہے۔ بھور، بھوہ سوہ کا اُپاسک عملی طور سے محسوس کرتا ہے کہ سب جگہ۔ سارے سنسار میں ایک ہی پران ہے۔ کسی کے ساتھ اُس کی دشمنی نہیں۔ "برہدارنیک اُپنشد" میں آتا ہے کہ بھور، بھوہ، سوہ کے ذریعے اس "سمشٹی"، مجموعی یا "وراٹ" پرش کی اُپاسنا کیسے کرنی چاہیئے۔ لکھا ہے کہ۔ "بھور" کہتے ہی یہ ساری پرتھوی اُپاسک کے سامنے آجانی چاہیئے۔ پرتھوی اور اس کے پرانی، چاہے وہ انسان ہیں یا پشو، پرندے ہیں یا جل چر۔ درخت ہیں یا پودے، ندیاں ہیں یا پہاڑ، ساگر ہیں یا ریگستان — یہ ساری پرتھوی۔ پرانوں سے بھری ہوئی پرتھوی اُس کے سامنے آنی چاہیئے۔ "بھوہ" کہتے ہی چندر لوک اُس کے سامنے آنا چاہیئے۔ "سوہ" کہتے ہی سُوریہ لوک — جو "پنڈ" میں ہے۔ ہمارے جسم میں ہے۔ وہی "برہمانڈ" میں۔ اس سارے وشو میں ہے۔ اس لئے "برہدارنیک" کا رشی کہتا ہے:-

"جو برہمانڈ کے وراٹ اور ہتیہ رُوپ پرش کی بھور، بھوہ، سوہ کے ذریعے پرارتھنا کرتا ہے وہ پاپ کو مار بھگاتا ہے۔ پاپ اُس سے دُور چلا جاتا ہے ______"

پاپ کو نشٹ کرنے کا کتنا آسان طریقہ ہے یہ! — یہ ہے بھور، بھوہ، سوہ کی مہما، یہ ہے اس کا وہ راز جسے سمجھ لینے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سوائے اور کوئی مارگ نہیں۔

اب گایتری منتر کے اگلے حصے کی بات سُنیئے۔ پچھلی بار دہلی میں جو ویاکھیان میں نے دیئے، اُن میں گایتری منتر کے متعلق بہت سی باتیں بتائی تھیں، اُنہیں اب دوہراؤں گا نہیں۔ گایتری کی مہما کے متعلق بھی کچھ باتیں کہی تھیں، اُنہیں بھی دوہرانا نہیں ہے۔ کچھ نئی باتیں سُنیئے۔ شریمد بھاگوت کے دسویں سکندھ کے دسویں ادھیائے میں مہاتما شُک دیو جی مہاراج پریکشت کو بتاتے ہیں کہ شری کرشن مہاراج کا دن بھر کا پروگرام کیسا تھا۔ شُک دیو نے کہا۔ شری کرشن سُورج نکلنے سے دو گھڑی پہلے اُٹھتے تھے۔ نتیہ کرم سے چھُٹی پا کر، اشنان کرتے تھے، اچھے کپڑے پہنتے تھے۔ اتنی دیر میں ہون کی سامگری تیار کر کے رکھ دی جاتی تھی، تب وہ ہون کرتے تھے، ہر روز کرتے تھے — آہوتیاں دیتے تھے۔ پھر سندھیا کرتے تھے ——— اور پھر دیر تک ایک ہی آسن میں

بیٹھے بیٹھے گایتری منتر کا جاپ کرتے تھے۔

سُنو اے شری کرشن کی پُوجا کرنے والو! بھگوان کرشن بھی ہر روز ہون کرتے تھے۔ ہر روز گایتری کا جاپ کرتے تھے۔ یہ بات میں نہیں کہتا۔ شریمد بھاگوت پوران کہتا ہے۔ بھاگوت پوران کے بعد دیوی بھاگوت پوران کی بات سُنیئے۔ اس میں لکھا ہے :-

सर्ववेदसारभूता गायत्र्यास्तु समर्चना ।
ब्रह्मादयोऽपि संध्यायां तां ध्यायन्ति जपन्ति च ॥

گایتری کا آرادھن سب ویدوں کا سار رُوپ ہے۔ برہما اور دُوسرے لوگ بھی سندھیا کے وقت گایتری کا دھیان کرتے تھے۔ اُس کا جاپ کرتے تھے۔

اور صرف بھگوان کرشن اور برہما ہی نہیں۔ شوجی مہاراج بھی گایتری کا جاپ کرتے تھے۔ ماتا پاربتی نے ایک بار اُن سے پُوچھا۔ "مہاراج! آپ اتنی سِدھیاں حاصل کر چکے۔ کس طرح یہ سِدھیاں آپ کو پراپت ہوئیں؟"۔ شوجی مہاراج بیٹھے تھے کیلاش پر۔ پاربتی اُن کے ساتھ تھیں۔ اُس وقت اُنہوں نے یہ سوال پُوچھا ——— میں وہ جگہ دیکھ کر آیا ہوں۔ کتنی سُندر جگہ ہے وہ، یہ تو بیان نہیں ہو سکتا۔ ساڑھے اٹھارہ ہزار فٹ اونچی چوٹی ہے وہ۔ تین دن تک اس کے گرد گھومنا پڑتا ہے تین دن کی یاترا ہے وہ۔ تین رات برف میں ہی سونا پڑتا ہے۔ برف میں سویا تو جاتا نہیں کیسی طرح کمبل اوڑھ کر پڑے رہتے ہیں لوگ ——— میں نے بھی یہ یاترا کی۔ تیسرے دن ہم گوری کنڈ کے کنارے پہنچے۔ "گوری کُنڈ" ایک جھیل ہے۔ مانسرودر جتنی بڑی تو نہیں، پھر بھی کافی بڑی ہے۔ برف جمی رہتی ہے اُس کے اُوپر۔ برف کو توڑ کر ایک کمنڈل جل لے کر میں نے اپنے اُوپر ڈالا۔ شریر سُن ہو گیا۔ دُوسرا کمنڈل ڈالنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ کپڑے پہن کر بھجن کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ بھجن کر کے اُٹھا تو سامنے کیلاش تھا۔ اتنا سُندر، اتنا دلکش اور اتنا وشال کہ اُس کی تصویر کھینچنے کو شبد نہیں ملتے۔ دُنیا میں بہت سے خوبصورت منظر ہیں۔ ہرے بھرے لہلہاتے ہوئے کھیت، پھُولوں سے لدے ہوئے پہاڑ، آسمان کو چھُوتے ہوئے درخت، پاگل ہو کر ناچتی ہوئی ساگر کی لہریں، بڑے بڑے آبشار، بڑی بڑی جھیلیں، ——— لیکن کیلاش کی اُس چوٹی سے زیادہ خوبصورت بھی کوئی چیز ہے یہ میں جانتا نہیں۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ بھارت میں اور دُوسرے دیشوں میں جو مندر بنائے گئے۔ وہ شاید اسی کیلاش کو دیکھ کر بنائے گئے۔ چاندی جیسی برف کا چمکتا ہوا مندر ہے وہ۔ دونوں طرف برف ہے۔ لیکن بیچ بیچ میں تھوڑی سی خالی جگہ جہاں کالی چٹان دکھائی دیتی ہے۔ میں

نے اپنے گائیڈ سے پوچھا۔ "وہ جگہ خالی کیوں ہے؟" اُس نے کہا۔ "لوگوں کا وشواس ہے کہ اُسی جگہ بیٹھ کر بھگوان شو اور پاربتی باتیں کیا کرتے تھے۔" میں نے کہا۔ "مجھے وہاں لے چل۔ میں اُس جگہ جا کے بیٹھنا چاہتا ہوں۔" وہ بولا۔ "نہیں سوامی جی! وہاں جانا بہت خطرناک ہے۔ بہت دُور نہیں وہ جگہ۔ یہاں سے صرف ایک ہزار فٹ اونچی ہے۔ لیکن راستہ کوئی ہے نہیں۔ جانا غیر ممکن۔" میں نے کہا۔ "ارے بھائی! غیر ممکن کیا ہے۔ چل میرے ساتھ۔" وہ بولا۔ "میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ مر گیا تو کیا ہوگا؟" — میں نے کہا۔ "میں ہی کیا لاوارث ہوں۔ چل تجھے انعام دُوں گا۔" کچھ انعام کے لالچ سے، کچھ میری ضد کے کارن آخر وہ چلا۔ تین گھنٹے کی کوشش کے بعد آخر ہم ایک ہزار فٹ اُونچے ہو کر اُس جگہ پر پہنچے۔ جہاں کبھی شو اور پاربتی بیٹھا کرتے تھے۔ اُس جگہ کو دیکھتے ہی میں بیٹھ گیا۔ گائیڈ نے کہا۔ "اُٹھو۔ یہاں سے چلو۔ شام ہونے والی ہے۔ یہاں بیٹھے رہے تو برف میں جم جاؤ گے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "برف میں جمنے سے نہ ڈر۔ بیٹھ جا تو بھی — تو شو بن جا۔ میں پاربتی بنتا ہوں۔ آ دونوں بیٹھ کے باتیں کریں۔" وہ بولا۔ "آپ کو تو موت کے سامنے بھی مذاق سُوجھتا ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "موت کے سامنے بھی مذاق نہ سُوجھے تو پھر ہنسنے کا فائدہ کیا ہے؟" — تھوڑی دیر بیٹھا وہاں۔ بھگوان کا نام لیا۔ پھر نیچے آ گئے ہم دونوں۔

اُسی جگہ پر بھگوان شو بیٹھے تھے۔ جب پاربتی نے پوچھا۔ "مہادیو! اتنی سدھیاں آپ کو پراپت ہیں۔ وہ کس طرح پراپت ہوئیں؟" شو نے کہا۔ "دیوی! جتنی بھی سدھیاں مجھے حاصل ہیں، وہ سب گایتری کی اُپاسنا سے ملی ہیں۔"

رشی تو گایتری کی مہما گاتے ہوئے تھکتے نہیں۔ "برہدارنیک اُپنشد" میں اُس کے ایک ایک شبد کی مہما بتائی گئی ہے۔ ایک ایک شبد کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اُس کی اُپاسنا کرنے والا کیا پاتا ہے۔ "چھاندوگیہ اُپنشد" میں بھی اسی طرح مہما کا ورنن ہے۔ اور "رگوید ادی بھاشیہ بھومکا" میں مہرشی دیانند کہتے ہیں:-

"بہت شردھا سے گیا سنگیک پران وغیرہ میں پرمیشور کی اُپاسنا کرنے سے جیو کی مُکتی ہو جاتی ہے۔ پران میں بل اور ستیہ پرتشٹھت ہے۔ کیونکہ پرمیشور پران کا بھی پران ہے۔ اور اس کا پرتی پادن کرنے والا گایتری منتر ہے۔ جس کو "گیا" کہتے ہیں۔"

اسی لئے گایتری کو "گیا" کہتے ہیں۔ جو اُس کا "گاین" کرتا ہے۔ اُسے وہ تارتی ہے۔ اسی لئے اتھروید

پکار کے کہتا ہے ؛ ———

स्तुता मया वरदा वेदमाता प्रचोदयन्तां पावमानी प्रजानाम्।
आयुः प्राणं प्रजां पशुं कीर्तिं द्रविणं ब्रह्मवर्चसम् । मह्यं दत्त्वा
व्रजत ब्रह्मलोकम् । (अथर्व० १९।७१।१)

اس منتر کا دیوتا "گایتری" ہے۔ منتر کے دیوتا کا مطلب ہے منتر کا موضوع۔ یہاں گایتری کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ "اے وَر دینے والی۔ پریرنا کرنے والی۔ اُن لوگوں کو پوتر کرنے والی جو شاریرک جنم کے بعد آتمک گیان کی طرف بڑھے ہیں ۔ اے ہر قسم کے گیان کی جنم بھومی! تو مجھے دھرم دیتی ہے ...."

لیکن دھرم کیا ہے۔؟ کئی لوگوں کو دھرم کا مطلب ہی سمجھ نہیں آتا۔ دھرم کا آسان اور سیدھا سا مطلب ہے وہ مارگ جس سے لوک اور پرلوک دونوں سُدھر جائیں۔ اسی لئے گایتری کو "دھرم دینے والی" کہا گیا۔ لیکن دھرم تو شریر کے ساتھ ہے نا۔ شریر نہ ہو تو دھرم ہو نہیں سکتا۔ لوک اور پرلوک کے سنوارنے کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی لئے بڑے بوڑھے لوگ جب کسی پر خوش ہوتے ہیں تو کہتے ہیں۔ "تیری عُمر لمبی ہو" — جب سے میں سنیاسی بنا ہوں۔ تب سے کتنے ہی گھروں میں گیا۔ ہر جگہ اس لمبی عمر کی اِچھیا موجود ہے۔ پتی چاہتا ہے پتنی کی عمر لمبی ہو۔ پتنی چاہتی ہے وہ پتی کے ہاتھوں میں جائے۔

اور وید منتر کہتا ہے۔ "اے گایتری ماں! تُو لمبی عمر کو دینے والی ہے"۔

لیکن صرف لمبی عمر ہی تو سب کچھ نہیں۔ عُمر ہو گئی لمبی۔ لیکن جسم کو ہو گیا فالج یا ادھرنگ۔ آدمی چلنے پھرنے سے بھی ہو گیا لاچار —— تب لمبی عُمر کیا کرے گی؟ — بیمار آدمی مرنا چاہتا ہے لمبی عمر نہیں چاہتا۔

اسی لئے وید منتر کہتا ہے۔ "ماں! تُو دھرم دینے والی، لمبی عُمر دینے والی ہے تو صحت دینے والی اور تندرست جسم دینے والی بھی ہے"۔

گایتری کے اُپاسک کو روگ یا تو ہوتا نہیں۔ ہو جائے تو بہت جلدی اچھا ہو جاتا ہے۔ لیکن صرف لمبی عُمر اور صحت ہی تو انسان کی ضرورت نہیں ہے۔ عُمر لمبی ہو، صحت اچھی ہو تو انسان سنتان بھی چاہتا ہے۔

اسی لئے وید منتر نے کہا۔ "اے وید ماتا۔ اے ور کو دینے والی۔ تُو سنتان بھی دیتی ہے"۔

اچھا جی۔ نچّے ہو گئے آپ کے ہاں۔ پانچ، دس، پندرہ، بیس۔ صحت بھی اچھی ہے۔ عمر بھی لمبی ہے۔ لیکن اگر گھر میں کھانے کو کچھ نہیں تو پھر ہو گا کیا؟ ان بچوں کو یتیم خانے میں بھیج دینا ہو گا کیا؟۔ سرکار کے حوالے کر دینا ہو گا کہ میں نے پیدا کر دیئے۔ اب جواہر لال پالتا پھرے؟ —— نہیں۔ گایتری اُپاسک کو یہ کٹھنائی نہیں ہوتی۔

وید کہتا ہے۔ "گایتری ماں!۔ تُو پشوؤں کو۔ گائے، بھینس، گھوڑا، گاڑی، موٹروں اور جہازوں کو دینے والی ہے۔ دھن اور دولت کو دینے والی ہے۔ ان کو بڑھانے والی ہے۔ اچھیاؤں کو پُورا کرنے والی ہے۔"

لیکن انسان کے پاس لمبی عمر ہو، اچھی صحت ہو، وشال پریوار ہو، اناج کے بھنڈار ہوں، موٹریں ہوں، گاڑیاں ہوں، دھن کی ریل پیل ہو تو بھی ایک اور چیز وہ چاہتا ہے۔ وہ چیز ہے عزت، مان، پرتشٹھا۔ یہ بات کہ لوگ اُس کی تعریف کریں۔

اسی لئے منتر کہتا ہے۔ "تُو کیرتی کو دینے والی ہے۔"

لیکن کیوں جی۔ عمر، صحت، پریوار، دھن، دولت، کیرتی —— یہ سب اچھی چیزیں ہیں ضرور۔ لیکن ہیں کیا؟ ایک دن تو ان کو نشٹ ہونا ہے۔ لمبی سے لمبی عمر بھی ہمیشہ نہیں رہتی۔ اچھی سے اچھی صحت بھی آخر کار خراب ہوتی ہے ضرور۔ بڑے سے بڑا پریوار بھی آخر میں نشٹ ہوتا ہے۔ دولت کے انبار بھی انت میں ختم ہوتے ہیں۔ کیرتی کی بھی ایک حد ہے۔ اس سے آگے وہ جاتی نہیں۔ ان سب کے ملنے سے انسان کو سُکھ ہوتا ہے ضرور۔ اُس کا کلیان نہیں ہوتا۔ کلیان ہے اس بات میں کہ ان سب چیزوں کو بھوگنے کے بعد اُس "برہم ورچس" کو پراپت کیا جائے جہاں پربھو کے درشن ہوتے ہیں، جہاں ایسا آنند ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا جس کا کوئی انت نہیں ہے۔

اس لئے وید بھگوان نے کہا۔ "یہ سب کچھ دینے کے بعد تُو اُپاسنا کرنے والے کو برہم لوک میں لے جاتی ہے۔ پربھو کے دروازے پر پہنچا دیتی ہے۔ اُن کا درشن کرا دیتی ہے۔"

اتنی بڑی مہما ہے اس منتر کی۔ اسی لئے مہرشی دیانند نے پونہ میں بھاشن دیتے ہوئے اسے "مہامنتر" کہا۔ اسی لئے وید اور اُپنشد اس کی چرچا کرتے ہیں۔ اسی لئے پوران اس کی کہانی کہتے ہیں۔ بھگوان کرشن اس کا جاپ کرتے تھے۔ برہما کرتے تھے۔ شو کرتے تھے۔ کیوں کرتے تھے؟ کوئی بات ہے نا اس میں؟ یہ بات ہے یہ کہ اس منتر میں ستتی، پرارتھنا اور اُپاسنا تینوں کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ اس مہما کے بعد گایتری کی بات سُنیئے۔ لیکن یہ بات ذرا کٹھن ہے۔ اس سے پہلے اپنے

من کو شانت کر لیجئے۔ خاموش ہو جائیے۔ دل ہی دل میں گایتری منتر پڑھیئے۔ اور پھر من کو خالی چھوڑ دیجئے تھوڑی دیر کے لئے ۔۔ میں آپ کو دھیان اوستھا تک لے جاؤں گا۔ تاکہ ہر بات آپ کی سمجھ میں آ جائے ۔۔

اور تب ایک دم جیسے سناٹا چھا گیا۔ خاموش ہو گئے سب لوگ۔ دوسروں کی کیا حالت ہوئی یہ میں نہیں جانتا۔ لیکن میں نے شروع میں سُنا کہ ہال میں لگی ہوئی گھڑی ٹِک ٹِک کر رہی ہے۔ باہر سڑک پر، دُور کہیں سائیکل کی گھنٹی بھی بجی ہے۔ تیز ہوا کی آواز بھی آئی ہے —— پھر یہ سب کچھ سُنائی نہیں دیا۔ گھڑی کی ٹِک ٹِک جیسے بند ہو گئی۔ سڑک سے آنے والی آوازیں ختم ہو گئیں۔ کیا ہوا اس کا پتہ نہیں لگا —— یہی معلوم ہوا کہ کہیں کچھ بھی نہیں ہو رہا —— وہ ہال انسانوں سے بھرا ہوا نہیں، بلکہ خالی ہے ۔ سب طرف سناٹا ہے۔ سب طرف خاموشی —— اُسی خاموشی میں سوامی جی کی آواز سُنائی دی —— "او۔۔۔م" اور سوامی جی کہنے لگے :۔

اس طرح سناٹا تھا۔ اس طرح خاموشی۔ کہیں کوئی آواز نہ تھی۔ رُوپ نہ تھا۔ اُس وقت ایشور کی پریرنا کرنے والی شکتی نے ۔۔ "سویتا" نے سوئی ہوئی پرکرتی کو جگا دیا۔ سب سے پہلے "مہا تو" پیدا ہوا۔ وہ مجموعی عقل جسے شاستر "سمشٹی بُدھی" کہتے ہیں۔ اور جس کا تھوڑا تھوڑا حصہ اس دُنیا میں ہر آدمی کو اُس کے کرم کے مطابق ملتا ہے۔ اس مجموعی عقل کے بعد پیدا ہوا "اہنکار"۔۔ اُس سے پانچ "تن ماتراؤں" کا جنم ہوا۔ پانچ "تن ماترا" سے پانچ گیان اندریوں اور پانچ کرم اندریوں کا جنم ہوا۔ جیسے ہمارے اندر "چِت" ہے ۔۔ ایک جیون شکتی ہے۔ اُسی طرح سارے سنسار میں بھی ایک مجموعی چِت ۔۔ یا مجموعی جیون شکتی بھی ہے۔ اپنے "چِت" کو جب تک ہم اس مجموعی یا "سمشٹی چِت" میں نہ لے جائیں اور وہاں سے آگے "سویتا" تک نہ پہنچیں تب تک پرماتما نہیں ملتا۔ "سویتا" صرف پیدا نہیں کرتی پالن بھی کرتی ہے۔ لوگ جب تھک جاتے ہیں تب اُنہیں سُلا بھی دیتی ہے۔ تب ہم کہتے ہیں کہ "پرلے ہو گئی"۔ پُرانوں میں جس شکتی کو برہما، وشنو اور مہیش کے نام سے یاد کیا گیا، وہی سویتا ہے سُورج کو بھی اسی لئے "سویتا" کہتے ہیں کہ وہ صُبح کے وقت لوگوں کو اُٹھاتا ہے۔ دن بھر کام کرنے کی شکتی دیتا ہے۔ رات کو سُلا دیتا ہے۔ دن کی پرلے ہو جاتی ہے اُس وقت۔ رات آ جاتی ہے اور دُوسری صبح پھر سے دن شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پرماتما کی "سویتا" شکتی پرلے کے بعد سوئی ہوئی

پرکرتی کو جگا کر اس میں جیون پھونک دیتی ہے۔ تب چار ارب سال کا دن شروع ہوتا ہے۔ چار ارب سال کے بعد پرلے آتی ہے۔ رات چھا جاتی ہے۔ رات اور خاموشی۔ رات اور سناٹا۔ چار ارب سال تک یہ رات رہتی ہے۔ آٹھ ارب سال کے اس دن و رات کے بعد پھر سے سرشٹی شروع ہوتی ہے۔ پھر سے "سویتا" شکتی کہتی ہے۔ "اٹھو۔ جاگو۔ سویرا ہو گیا"۔ سرشٹی کی ہر چیز میں اس مہان "سویتا" شکتی نے بھور، بھوہ، سوہ کی بھاونا دے دی ہے تاکہ ہر چیز موجود ہو۔ بڑھتی جائے۔ اور آخر میں آنند کے اندر پہنچ کر سو جائے۔ ایک پوری سکیم اس نے بنا دی ہے۔ بیج سے پودا بنتا ہے۔ پودے سے برکش۔ برکش پر پھل اور پھول کھل اٹھتے ہیں۔ اور تب وہ دھیرے دھیرے سونے لگتا ہے۔ سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ سرشٹی ہے۔ جاگتی ہے۔ بنتی ہے۔ بڑھتی ہے۔ ختم ہو جاتی ہے۔ تاکہ پھر سے جاگے، پھر سے بنے۔

گایتری کی اپاسنا کرنے والا بھگت جب گایتری منتر کو پڑھتا ہوا "سویتا" شبد پر پہنچے تو اسے محسوس کرنا چاہیئے کہ اس کے آس پاس کی یہ دنیا نہیں ہے۔ صرف بے انت۔ بے انت سوئی ہوئی پرکرتی ہے۔ اس میں حرکت نہیں، روپ نہیں، رس نہیں، گندھ نہیں، شبد نہیں ــــ بے انت سناٹا ہے ہر طرف۔ تبھی اس سوئی ہوئی پرکرتی میں حرکت آتی ہے۔ حرکت سے روشنی پیدا ہوئی ہے۔ بے انت روشنی ہے وہ۔ اس کے اندر پرچنڈ تانڈو کرتی ہوئی آگ جل اٹھی ہے۔ دھیرے دھیرے یہ آگ بڑھی ہے۔ ایک وشال جلتا ہوا گولا بن گئی ہے۔ معاً یہ گولا پھٹا ہے۔ اس سے بے انت سورج نکل کر آ چھلے ہیں۔ بے انت چاند۔ بے انت تارے ــــ انہیں میں سے ایک جلتا ہوا تارا اس کے سامنے آیا ہے۔ لگاتار گھومے جاتا ہے وہ۔ گھومے جاتا ہے اور جلے جاتا ہے ــــ کئی کئی میل تک جوالائیں اٹھ رہی ہیں۔ ان جوالاؤں کے دھوئیں سے ہر طرف بادل سے بنے جاتے ہیں۔ گرمی سے بھاپ بنی ہے۔ بھاپ سے گھٹائیں جاگ اٹھی ہیں۔ بے تاب اور بے چین بجلیاں ان میں چمکتی ہیں۔ بار بار وہ گرجتی ہیں۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی ــــ تب بارش ہونے لگی ہے۔ دھواں دھار بارش ــــ گرجتے ہوئے بادل، تڑپتی ہوئی بجلیاں، گرتا ہوا پانی، صدیوں تک یہ بارش جاری رہتی ہے۔ تب آگ کا وہ گولا ٹھنڈا ہونے لگتا ہے۔ اس کے اوپر ندیاں بہنے لگی ہیں۔ ساگر بننے لگے ہیں۔ پہاڑ ابھرنے لگے ہیں۔ ان پر ہریالی جاگنے لگی ہے۔

برکش، پودے، پتے، پھل اور پھول جھومنے لگتے ہیں۔ اور تب اس لہلہاتی پرتھوی پر نوجوان لڑکے جاگ اُٹھتے ہیں، نوجوان لڑکیاں۔ ہر طرف بسنت کے پھول کھِل اُٹھتے ہیں۔ بسنت کے گیت گونج اُٹھتے ہیں ——

اسی بات کو ویدسنے کہا ہے :۔

ऋतञ्च सत्यञ्चाभीद्धात्तपसोऽध्यजायत । ततो रात्र्य-
जायत । ततः समुद्रोऽर्णवः ।। समुद्रादर्णवादधि संवत्सरोऽजायत ।
अहो रात्राणि विदधद्विश्वस्य मिषतो वशी ।। सूर्याचन्द्रमसौ
धाता यथापूर्वमकल्पयत्। दिवञ्च पृथिवीञ्चान्तरिक्षमथो स्वः ।।

اس منتر کو ہم "اگھ مرشن منتر" کہتے ہیں۔ پاپ کو دھونے والا منتر کہتے ہیں۔ لیکن اس سے پاپ دُھلتا کیسے ہے؟ اُس گیان سے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا۔ انسان جب سرشٹی کے بننے کی بات کو سوچتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ جس زمین پر وہ رہتا ہے وہ کبھی اس طرح بنی تھی۔ وہ اس وشال سُوریہ منڈل میں دھُول کے ایک کن کی طرح ہے۔ اور یہ سُوریہ منڈل بذاتِ خود اس وشال سرشٹی میں دھُول کے ایک کن کی طرح ہے۔ اربوں کھربوں سُورج منڈل اس وشو میں ہیں۔ اور ان سب کو بنانے والا وہ مہان پربھو ہے، تو وہ سوچتا ہے کہ میں کیا ہوں؟ میرا ابھیمان کیا ہے۔ جن چیزوں کے لئے میں پاگل ہوا پھرتا ہوں وہ کیا ہیں —— تب پیار سے، شردھا سے وہ اپنے سر کو جھکا دیتا ہے۔ اُس آنند کی طرف بڑھتا ہے جس کا کبھی انت نہیں ہوتا۔ جو اجر اور امر ہے —— اس طرح اُس کے پاپ کٹتے ہیں۔

ایک تھا راجہ۔ ایک بار اپنے وزیروں کو اُس نے کہا۔ "دو اب کے لاؤ۔ دو تب کے۔ اور دو ایسے جو اب کے ہوں نہ تب کے۔" بہت سے وزیر حیران ہوئے کہ یہ کیا مطالبہ ہے؟ یہ اب کے اور تب کے کیا ہوا؟ کون انہیں تلاش کرے؟ کہاں سے لائے راجہ کے پاس؟ —— لیکن ایک وزیر تھا سمجھدار۔ اُس نے کہا۔ "مہاراج! میں لاتا ہوں۔" اور وہ دو راجاؤں کو لے آیا۔ دو سادھوؤں کو۔ دو سادھارن آدمیوں کو —— اُنہیں سامنے کر کے اُس نے کہا۔ "مہاراج! یہ راجہ لوگ اب کے ہیں۔ انہوں نے پچھلے جنم میں پُنیہ کیا تھا۔ اب اُس پُنیہ کو بھوگ رہے ہیں —— اور یہ دو تپسوی سادھو ہیں۔ یہ اب کے نہیں ہیں۔ تب کے ہیں۔ آج یہ پُنیہ کے مارگ پر چلتے ہوئے تپ کرتے ہیں۔ آگے جا کر اس کا پھل بھوگیں گے —— اور یہ دو سادھارن آدمی ہیں۔ انہوں نے

نہ پچھلے جنم میں کوئی بڑا پنیہ کیا۔ نہ اب کر رہے ہیں ۔ یہ نہ اب کے ہیں ۔ نہ تب کے ۔

عام طور پر ہم سبھی لوگ "اب کے" ہوتے ہیں نہ "تب کے" ۔ ایسا بننے کا فائدہ کیا ہے؟ اس لئے تو یہ جنم ملا نہیں کہ اب کے رہو نہ تب کے ۔ "سویتا" کا دھیان کرتے وقت ان سب باتوں کو سوچو ۔ "سویتا" سے پرارتھنا کرو کہ ۔ "اے مہاشکتی! میری بدھی کو پریرنا کر ۔ تو اس وشال وشو کو بنانے والی ہے ۔ اس مہاپرکرتی کو جگانے والی ہے ۔ میری بدھی کو بھی جاگرت کر دے ۔"

لیکن دیکھو ۔ جب ایسی پرارتھنا کرو گے تو بھگوان پوچھے گا ۔ "مجھے تو پریرنا کرنے کیلئے کہتا ہے ۔ میں کروں گا ضرور ۔ لیکن کیا تو نے بھی کبھی کسی کو پریرنا کی ہے؟ تو نے بھی کبھی کسی کا اگیان دور کیا ہے؟ ——— اتنا اگیان ہے سنسار میں ۔ اسے تو نے اگر دور نہیں کیا ۔ اس کے ایک حصے کو بھی دور کرنے کی کوشش نہیں کی تو پھر مجھے کس طرح کہتا ہے کہ میں تجھے پریرنا کروں؟"

ہمارے بزرگ جب تک سویتا شکتی کے اس چیلنج کو سنتے رہے ۔ جب تک وہ خود سویتا شکتی سے کام لیتے رہے تب تک اس پرتھوی پر آریوں کا چکرورتی راجیہ رہا ۔ دنیا بھر میں ایک حکومت رہی ۔ ایک راشٹر رہا ——— آج بھی چین، جاپان، امریکہ، یورپ، افریقہ اور ہر دیش میں اس راشٹر کے نشان ملتے ہیں ۔ لیکن جب آریہ لوگوں نے سویتا شکتی سے کام لینا بند کیا ۔ تب سے وہ راشٹر سکڑنا شروع ہوا ۔ سکڑتے سکڑتے ایک چھوٹا سا دیش رہ گیا ہے ۔

سیدھی سی بات ہے کہ میں جب ایشور کو "سویتا" کہتا ہوں تو میرا بھی فرض ہے کہ دوسروں کو پریرنا کروں ۔ انہیں ستیہ مارگ کی طرف لے جانے کی کوشش کروں ۔ ستیہ مارگ کیا ہے یہ بتانے میں کبھی کوتاہی نہ کروں ۔ بھگوان وشنو کی تصویر تو آپ نے دیکھی ہے ۔ دراصل یہ تصویر نہیں ۔ بھگوان کی تصویر کوئی بنا نہیں سکتا ۔ صرف ایک کارٹون ہے لوگوں کو سمجھانے کے لئے ۔ چار بھجائیں ہیں وشنو کی ۔ اس کی سب سے پہلی بھجا میں "شنکھ" پکڑا ہوا ہے ۔ یہ "شنکھ" کیا ہے؟ پرچار شکتی ۔ آجکل کے زمانہ میں ریڈیو، اخبار، ٹیلی ویژن، کتابیں، اشتہار ——— وشنو کا مطلب ہے "سرب دیاپک" جو جاتی "سرب دیاپک" ہونا چاہتی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک مضبوط "شنکھ" اس کے پاس ہو ۔ اپنے ستیہ وچاروں کا پرچار کرنے کی شکتی اس کے پاس ہو ۔ گھروں سے باہر نکلو ۔ اپنی سنسکرتی کے شنکھ کو زور سے بجاؤ ۔ پرچار کرو اس کا ۔

آپ کہیں گے ۔ آنند سوامی! تو تو ہو گیا سنیاسی ۔ نکل گیا گھر سے باہر ۔ ہم کیسے نکلیں؟ ارے بھائی! ۔ گھر سے باہر نہیں نکل سکتے تو ویدپرچار کے لئے دھن تو دے سکتے ہو ۔ تمہارے لئے

دھن دینا ہی۔ سویت اشکتی نے سے کام لینا ہے۔

لیکن یہ سب باتیں میں آپ کو کیوں کہتا ہوں ۔ صرف یہ بتانے کیلئے کہ گایتری منتر صرف جاپ کرنے کی چیز نہیں، عمل کرنے کی چیز ہے۔ کئی لوگ کہتے ہیں۔ "گایتری کا جاپ کیسے کریں۔ بہت مشکل ہے"۔ کئی اور لوگ کہتے ہیں۔ "نہیں، مشکل نہیں۔ آسان ہے۔ ہم نے سوا لاکھ گایتری جاپ کیا ہے"؛ —— کیا ہوگا ضرور۔ لیکن کس طرح کیا آپ نے جاپ منتر کو بار بار محض رٹنے سے کچھ ہوتا نہیں۔ اصل بات ہے عمل۔ گایتری کا جاپ کرو۔ گایتری پر عمل بھی کرو۔ تبھی یہ جاپ سپھل ہوگا۔ سوچو کہ دُنیا کو تم سے فائدہ کیا ہے؟ ۔ سوچو کہ دُوسروں کا بھلا کیسے ہوگا۔ پرارتھنا کرو کہ دیش کا کلیان ہو۔ سنسار کا کلیان ہو —— یہ بات میں خاص طور سے ان ماتاؤں کو کہتا ہوں۔ دیویوں کی بات ایشور جلدی سُنتا ہے۔ دیویوں میں شردھا ہوتی ہے زیادہ۔ یوگ کی جو کریائیں پُرش پندرہ مہینوں میں بھی سیکھ نہیں پاتے، دیویاں انہیں پانچ ہی مہینوں میں سیکھ لیتی ہیں۔ پرش تو ہر وقت شک ہی کرتے رہتے ہیں اُس عقل کو دوڑاتے رہتے ہیں جو در اصل ہے نہیں۔ اس لئے میں دیویوں سے کہتا ہوں۔ پرارتھنا کرو کہ اس دیش کا کلیان ہو۔ اس سنسار کا کلیان ہو ——

باقی باتیں کل بتاؤں گا —— لیکن کل کے لئے ایک خاص بات بھی کہنا چاہتا ہوں۔ کل کتھا کا آخری دن ہے۔ آخری دن دان دیا جاتا ہے۔ میں ہوں سنیاسی۔ بھیک مانگنا میرا حق ہے میں بھی کچھ مانگوں گا ضرور۔ آپ اپنے ساتھ لے کر آئیے ۔ آپ کہیں گے ۔ آنند سوامی تو لالچی ہو گیا ہے۔ کچھ بھی کہیئے۔ لیکن میں لُوں گا ضرور۔ مانگوں گا ضرور۔ دھن نہیں مانگوں گا۔ دولت نہیں مانگوں گا۔ مکان، کوٹھیاں، بنگلے نہیں مانگوں گا، موٹریں اور گاڑیاں نہیں مانگوں گا، اناج کے بھنڈار نہیں مانگوں گا۔ پھر بھی مانگوں گا ضرور —— وہ چیز مانگوں گا جو انسان کے کام نہیں آنی چاہیئے۔ جو آپ کے کام نہیں آتی۔ پھر بھی آپ کے پاس ہے ضرور۔ کل ساودھان ہو کر آئیے —— اس چیز کی گٹھریاں باندھ کر لے آئیے ۔ میں فقیر ہوں۔ مانگوں گا ضرور۔

اوم —— تت —— ست

ساتواں دن

میری پیاری ماتاؤ تتھا سجنو!

کل میں "سویتا" کی بات کہہ رہا تھا۔ اور بتا رہا تھا کہ "سویتا" سورج کو بھی کہتے ہیں۔ "سویتا" ایشور کی پریرنا کرنے والی شکتی ہے۔ سرشٹی کو پیدا کرنے والی طاقت۔ سب کو پالنے والی ماں۔ اور آخر میں سب کو اپنی گود میں لے کر سُلا دینے والی مہا شکتی۔ سورج بھی صبح کے وقت سنسار کو جگا کر اُسے نو جیون دیتا ہے۔ دن بھر اُسے روشنی دیتا ہے۔ شام کو کہتا ہے۔ "آرام کرو اب۔ سو جاؤ۔ کل صبح میں تم کو نیا جیون دُوں گا۔ نئی روشنی دوں گا"۔

لیکن آجکل تو کچھ لوگ ہیں جن کے لئے سُورج "سویتا" رہا نہیں۔ رات بنائی گئی تھی اس لئے کہ انسان آرام کرے، تھکاوٹ کو دُور کر لے، دُوسرے دن تازہ دم ہو کر، سُورج سے پریرنا پا کر پھر سے کام میں جُٹ جائے۔ لیکن یہ سجن جن کی بات میں کرتا ہوں، صبح کے وقت اُٹھنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ اور پھر اُٹھیں کیسے؟ رات کے ایک ایک اور دو دو بجے تک تو یہ "رمی" کھیلتے رہتے ہیں۔ افریقہ میں جا کر مجھے پتہ لگا کہ "رمی" بھی کوئی کھیل ہوتا ہے۔ جو آدمی رات کے ایک اور دو بجے تک جاگتا رہے گا، وہ اگر یوگی نہیں تو صبح کے وقت اُٹھے گا کیسے؟ شاستر کہتا ہے کہ سُورج نکلنے سے دو گھڑی پہلے بستر کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ نہا دھو کر "اُوشا" کا سواگت کرنا چاہیئے۔ یہ "اُوشا" چار چیزیں لے کر آتی ہے۔ اُنہیں بانٹتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ بَل دیتی ہے وہ۔ بُدھی دیتی ہے۔ دھن دیتی ہے اور یش دیتی ہے۔ جو جاگتے ہیں وہ ان چاروں چیزوں کو حاصل کرتے ہیں، جو سوئے رہتے ہیں وہ ان چاروں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ یہ ہے شاستر کا حکم ــــــ اب بتاؤ جو لوگ سوئے رہیں گے اُنہیں ملیگا کیا؟ سونے والوں سے میں پوچھتا ہوں۔ کیا تمہیں بَل نہیں چاہیئے۔ بُدھی نہیں چاہیئے۔ دھن اور یش نہیں چاہیئے؟ ــــــ نہیں چاہیئے بھائی! ۔ تو خوب سوئے رہو۔ کُنبھ کرن کی طرح سوئے رہو۔ لیکن یاد رکھو۔

ہر رات کے پچھلے پہرے میں ⁂ اِک دولت لٹتی رہتی ہے
جو جاگتے ہیں وہ پاتے ہیں ⁂ جو سوتے ہیں وہ کھوتے ہیں

کھوتے ہیں، کا مطلب ہے نشٹ کرنے ہیں۔ محروم رہ جاتے ہیں۔ لیکن پنجابی بھاشا میں کھوتا گدھے کو بھی کہتے ہیں۔ میں افریقہ میں تھا۔ ایک ست سنگ میں یہ شعر سُنایا تو ایک بچے نے میرے پاس آ کر کہا۔ "سوامی جی! میرے ڈیڈی جی بھی کھوتے ہیں۔ وہ بھی صبح کے وقت دیر تک سوئے رہتے ہیں۔ لیکن اُن کی شکل تو آدمیوں جیسی ہے۔" مجھے اُس کی بات سُن کر ہنسی آ گئی۔ پتہ نہیں آپ کے بچے آپ کو کیا سمجھتے ہیں۔ لیکن ٹھیک طریقہ یہی ہے کہ صبح سویرے اُٹھو۔ اُس پربھو کا سمرن کرو جس نے پیدا کیا ہے۔ جو ہمیشہ کام آیا ہے۔ جو ہمیشہ کام آئے گا۔ اُس کے "سویتا" روپ کا دھیان کرو۔ پریرنا مانگو اُس سے۔ اور یقین رکھو کہ یہ پریرنا ملے گی۔

"سویتا" کے بعد گایتری منتر میں ایک اور شبد ہے۔ "بھرگا" (भर्गः)۔ جو لوگ اس کا ارتھ جانتے ہیں۔ جو اس کے اندر چھپے ہوئے راز سے واقف ہیں اُن کے لئے یہ شبد بے انت سنتوش کو دینے والا ہے۔ یہ سنسار تو پھسلنی گھاٹی ہے نا۔ کئی بار انسان پھسل جاتا ہے۔ اچھیا نہ ہوتے ہوئے بھی پھسل جاتا ہے۔ خود نہ پھسلے تو دوسرے لوگ دھکّا دے دیتے ہیں۔ صاف ستھرے کپڑے پہن کر آپ گھر سے باہر نکلتے ہیں۔ کوئی سیانی بہو اُوپر سے کوڑا کرکٹ پھینک دیتی ہے سیانی بہو کی بات تو آپ نے سُنی ہو گی۔ بہت ابھیمان تھا اُسے کہ میں سب کچھ جانتی ہوں۔ جانتی کچھ نہیں تھی۔ ایک دن پتی سے بولی۔ "آپ کہیں تو میں حلوہ بنا لوں۔" پتی نے کہا۔ "بھاگیہ وان! تجھے حلوہ بنانا آتا نہیں۔ تجھ سے بنے گا نہیں۔" بہو نے کہا۔ "بنے گا کیسے نہیں۔ میں ابھی بنائے دیتی ہوں۔" اور چولھے پہ برتن رکھ کے اُس نے برتن میں گھی، کھانڈ، آٹا، پانی سب ڈال دیا۔ اب وہ حلوہ کیسے بنتا۔ بہو نے کہا۔ "واقعی حلوہ تو نہیں بنتا۔ آپ کہیں تو سیرا بنا لوں۔" پتی نے کہا۔ "تجھ سے سیرا بھی نہیں بنے گا۔" بہو بولی۔ "بنے گا کیسے نہیں۔ تھوڑا سا پانی اور ڈالے دیتی ہوں۔ بن جائے گا۔" پانی ڈال کر دیر تک وہ بیٹھی رہی۔ کچھ ہوا نہیں۔ بولی۔ "سیرا تو نہیں بنا۔ آپ کہیں تو پیسی بنا لوں۔" پتی نے کہا۔ "دیوی! تجھ سے پیسی بھی نہیں بنے گی۔" بہو کو آیا غصہ۔ زور سے آگ جلا دی اُس نے۔ سب کچھ جل گیا۔ وہ بولی۔ "یہ تو سب جل گیا ہے۔ کہیے تو اس کو پھینک دُوں۔" پتی نے کہا۔ "تجھے پھینکنا بھی نہیں آئے گا۔" وہ بولی۔ "واہ۔ پھینکنے کا کیا ہے۔ میں ابھی گلی میں پھینکے دیتی ہوں۔" پتی نے کہا۔ "کسی بھلے مانس کو دیکھ کر پھینکنا۔" وہ برتن اُٹھا کو پھینکنے گئی۔ دیر ہو گئی۔ آئی نہیں۔ پتی کو چنتا ہوئی کہ کہیں خود نہ گر پڑی ہو۔ اُٹھ کر دیکھنے گیا تو سامنے سے شریمتی جی آتی ہوئی ملیں۔ پوچھا۔ "اتنی دیر کیوں لگا دی؟" وہ بولی۔ "آپ نے کہا تھا نا۔

کسی بھلے مانس کو دیکھ کر پھینکنا۔ بہت دیر انتظار کرتی رہی۔ کوئی بھلا مانس گذرا ہی نہیں۔ آخر میں گاؤں کا چودھری گذرا۔ بہت سفید کپڑے پہنے ہوئے۔ میں نے اُسی کے سر پر پھینک دیا۔"

سو اس طرح بھی کبھی کبھی ہوتا ہے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی کوئی "سیانی بہو" سفید کپڑوں پر کوڑا کرکٹ ڈال دیتی ہے۔ یہ سنسار تو پھسلنی گھاٹی ہے نا! - یہاں غلطیاں ہونا غیر ممکن نہیں۔ غلطیاں ہوتی ہیں۔ انسانوں سے ہوتی ہیں۔ بڑوں سے، بوڑھوں سے، نوجوانوں سے، بچوں سے، رشیوں سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں۔

لیکن یہ "بھرگا" (भर्गः) کہتا ہے۔ "گھبرا نہیں۔ غلطی ہوگئی تو چنتا نہ کر۔ میں تیرے پاپ کو جلادوں گا" بھرگا کا مطلب ہے جیوتی والا۔ ایسی جیوتی والا جس سے بڑی اور کوئی جیوتی نہیں۔ اس کے ساتھ ہی "دیوسیہ (देवस्य) کا شبد ہے۔ اس کا مطلب ہے "دینے والا" آنند دینے والا۔ سُکھ دینے والا - ہر وہ چیز دینے والا جس کی کوئی اچھیا کر سکتا ہے۔ اُس کا خزانہ بے انت ہے۔ اُس کا بھنڈار کبھی خالی نہیں ہوتا۔ کئی ارب کئی کھرب برسوں سے وہ دیئے جاتا ہے۔ کئی ارب کئی کھرب برسوں تک دیئے جائے گا۔ اس کے دینے کا شروع نہیں ہے۔ اُس کے دینے کا انت نہیں ہے۔ کئی لوگ کہیں گے۔ "ہم تو مانگ مانگ کر تھک گئے۔ ہمیں تو دیتا نہیں"۔ ارے دیتا ہے وہ سب کو۔ صبح سے شام تک۔ شام سے صبح تک۔ جنم سے مرتیو تک۔ مرتیو سے دوسرے جنم تک۔ اُس کے دینے کا انت نہیں۔ لیکن لینے والے کا برتن ہی ٹوٹ گیا ہو تو اُسے ملیگا کیا! مانگنے سے پہلے اس برتن کو ٹھیک کرو۔ اس برتن کا نام ہے "انتہ کرن" - اسے ٹھیک کر کے دیکھو۔ اس میں جو سوراخ تم نے بنا دیئے ہیں انہیں بند کر کے دیکھو۔ وہ دیتا ہے ضرور - اُس کے دینے کا انت نہیں ہے۔ اس "دیوسیہ" کے ساتھ ہی ایک اور شبد ہے "ورینیم" (वरेण्यम) - اس شبد کو بولتے ہی ہونٹ بند ہو جاتے ہیں۔ باہر کی دنیا باہر رہ جاتی ہے۔ اندر کی دنیا جاگ اُٹھتی ہے۔ ہونٹوں کے بند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اب اور کچھ کہنے کو باقی نہیں۔ اب اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ تو "ورینیم" ہے۔ وَرنے کے یوگیہ ہے۔ پوجا کے لائق۔ تیری پوجا ہی اصل پوجا ہے۔ میں نے تجھے وَر لیا۔ تجھے اپنا بنا لیا۔ اپنے آپ کو تیرے ارپن کر دیا۔ اب بھگت کی اس ناؤ کو تار دے یا ڈبا دے۔ کنارے پر لے چل یا منجدھار میں غرق کر دے۔ یہ تیری اچھیا ہے۔ میں نے اپنے آپ کو تجھ پر چھوڑ دیا۔

اسی کو یوگ درشن نے "ایشور پرندھان" کہا ہے۔ اسی کو نارد نے "اننیہ بھگتی" کہا ہے۔

اسی کو مہرشی دیانند نے "اُپاسنا" کا نام دیا ہے۔ اور گیتا نے "شرناگتی" کا۔ اسی کے متعلق رشی نے کہا:-

धर्मार्थकाममोक्षाणां ज्ञानवैराग्ययोरपि ।
अन्तःकरणशुद्धये भक्तिः परमसाधनम् ॥

ایسی بھگتی ہو تو پھر دھرم، ارتھ، کام، موکش سبھی ملتے ہیں۔ لیکن ایسی بھگتی صرف کہنے سے تو نہیں ہوتی۔ میں ہو گیا کسی کا نوکر۔ کہہ دیا کہ میں آپ کا سیوک ہوں۔ آپ میرے مالک ہیں۔ مالک نے کہا۔ "بھائی! ذرا کمرے میں جھاڑو دے دو۔" میں کہوں۔ "اچھی بات ہے صاحب۔ دے دوں گا۔" ایک گھنٹے کے بعد مالک پوچھے۔ "جھاڑو دے دیا؟" میں کہوں۔ "ابھی دیئے دیتا ہوں صاحب۔" دو گھنٹے کے بعد وہ پوچھے۔ "کمرہ صاف ہو گیا؟" میں کہوں۔ "بس کرنے ہی لگا ہوں مالک۔" تین گھنٹے کے بعد وہ پھر پوچھے، پانچ گھنٹے کے بعد پوچھے، دوسرے دن پوچھے، تیسرے دن، پانچویں دن۔ ہر بار اگر میں یہی جواب دوں کہ "ابھی صاف کئے دیتا ہوں کمرہ۔ ابھی جھاڑو لگائے دیتا ہوں۔" تو مالک میرے جیسے سیوک کو کیا کرے گا؟ یہ تو سیوا نہیں ہے۔ سیوا تو وہ ہے جو مالک کا اشارہ ہوتے ہی کر دی جائے۔ یہ ہے بھگتی کا مطلب۔ صرف کیرتن کرنے، نام جپنے، مالا پھیرنے یا سنیاس دھارن کر کے جنگل میں چلے جانے کا نام "بھگتی" نہیں ہے۔ بھگتی وہ ہے جسے انسان دُنیا کے سارے کام کرتا ہوا، سارے فرائض پورے کرتا ہوا بھی لگاتار کرتا رہے۔ سب کچھ کرے۔ لیکن اپنے پیارے پربھو کو نہ بھولے۔ اُس کے اشارے کو دیکھے۔ اس کے حکم کے سامنے سر جھکا دے۔

کئی لوگ مجھے کہتے ہیں۔ "آنند سوامی! ہم بھی تمہارے ساتھ گنگوتری چلیں گے۔" میں کہتا ہوں "چلنا ضرور۔ لیکن پہلے اپنے کرتویہ تو پورے کر لو۔" پچھلے سال قرول باغ کے ایک سجن نے بڑی تفصیل کے ساتھ مجھ سے گنگوتری کا راستہ پوچھا۔ میں نے بتا دیا۔ وہ بولے۔ "میں اس برس آؤں گا ضرور"۔ لیکن برس کا برس بیت گیا۔ وہ آئے نہیں۔ پچھلے دنوں وہ مجھے ملے۔ میں نے کہا۔ "بھائی! آپ گنگوتری نہیں گئے۔" وہ بولے۔ "ابھی تیار ہو رہا ہوں"۔ جو لوگ سال بھر تیار ہونے میں ہی لگا دیں۔ اُن کو کوئی کیا کہے۔ یقیناً اس طرح بھگتی نہیں ہوتی۔ بھگتی تو اپنے پھل سے پہچانی جاتی ہے۔ جلسے ہوتے ہیں۔ کیرتن ہوتا ہے۔ ست سنگ ہوتے ہیں۔ اُپدیش دیئے جاتے ہیں۔ یہ سب ٹھیک ہیں۔ لیکن اگر ان کے بعد بھی ان میں شامل ہونے والے کے دل میں چنتا ہے تو کہنا ہو گا کہ یہ آدمی بھگتی کے مارگ پر نہیں چلا۔ بھگتی کے متعلق تو کہا ہے کہ ـــ

جب ہی نام ہردے دھریو۔ بھیو پاپ کو ناس
جیسے چنگی آگ کی ۔ پری پرانے گھاس

پاپ نہ رہے تو چنتا رہتی نہیں۔ چنتا رہے تو اس کا مطلب ہے کہ بھگتی ہوئی نہیں۔ نام کو ہردے میں دھارن نہیں کیا۔

ایک کتھا سمجھانے کیلئے میں سُنایا کرتا ہوں۔ آپ کو بھی سُناتا ہوں۔ نارد مُنی ایک بار گھومتے گھومتے سورگ میں گئے۔ وشنو مہاراج وہاں آرام سے براجمان تھے۔ اُنہوں نے پوچھا۔ "سُناؤ مُنی راج! دنیا کا کیا حال ہے؟" نارد نے کہا۔ "مہاراج! میں تو آپ سے پوچھنے لگا تھا کہ آپ کیسے بھگوان ہیں۔ دنیا میں ہر جگہ لوگ آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ جگہ جگہ کیرتن ہوتے ہیں۔ اپدیش ہوتے ہیں۔ مندروں میں آپ کی پوجا ہوتی ہے۔ لوگ آپ کو پکارتے ہیں۔ اور آپ یہاں آرام سے بیٹھے ہیں۔" وشنو مہاراج نے کہا۔ "تو بھولا ہے نارد۔ لوگ مجھے نہیں چاہتے۔ وہ کسی اور کو چاہتے ہیں۔" نارد نے کہا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ آپ کے درشنوں کو بیتاب ہیں۔ ایک بار چل کر انہیں درشن دے آئیے۔" وشنو مہاراج نے کہا۔ "نہیں نارد۔ وہ لوگ میرا درشن نہیں چاہتے۔ صرف کہنے کی بات ہے یہ۔ اگر تمہیں اعتبار نہ ہو تو کچھ وہاں لے جاؤ۔ ہوائی جہاز لے جاؤ۔ جو جو درشن کرنا چاہتا ہے۔ اُسے یہاں لے آؤ۔ میں سورگ کے دروازے پر کھڑا رہوں گا۔ میرا درشن وہ کر سکیں گے۔" نارد نے کچھ ہوائی جہاز لئے۔ ایک نگر کے باہر انہیں زمین پر اُتار دیا۔ نگر میں داخل ہوئے۔ (یقیناً وہ قرول باغ میں داخل نہیں ہوئے۔ یہاں تو بہت سے بھگت لوگ رہتے ہیں) ایک جگہ گئے۔ سوچنے لگے۔ کس کو سورگ چلنے اور بھگوان کا درشن کرنے کے لئے کہیں۔ سامنے سے کوئی ۴۵ برس کے ایک سجن آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ بار بار بھگوان کا نام لے رہے تھے وہ۔ نارد نے سوچا۔ "یہ ہے آدمی۔ اسے لئے چلتا ہوں۔" بولے۔ "شریمان جی! پربھو کا درشن کرو گے۔ کرنا ہو تو میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں ایشور دکھا سکتا ہوں۔" اُس آدمی نے خوش ہو کر کہا۔ "پربھو کا درشن ـــــــ پربھو کا درشن مل جائے بابا تو اور مجھے چاہیئے کیا۔" نارد بولے۔ "تو پھر آؤ میرے ساتھ۔ نگر کے باہر ہوائی جہاز کھڑا ہے۔ اُس میں بیٹھو۔ میں تمہیں پربھو کا درشن کراؤں گا۔" وہ آدمی بولا۔ "میں چلوں گا ضرور نارد جی۔ لیکن آٹھ دن کے بعد میرے لڑکے کی شادی ہونے والی ہے۔ وہ ہو جائے تو پھر چلوں گا ضرور۔" نارد مہاراج آٹھ دن کی بجائے پندرہ دن کے بعد آئے۔ بولے۔ "تمہارے بیٹے کی شادی ہو گئی؟" وہ بولا۔ "جی مہاراج۔ آپ کی کرپا ہے۔ بہت اچھی ہو گئی ہے۔

بہت شان سے شادی ہوئی۔" نارد نے کہا۔ "تو آؤ۔ پھر چلیں"۔ اُس نے کہا۔ "لیکن ابھی ابھی تو شادی ہوئی ہے۔ بہو کی گود ہری ہو جائے۔ ایک بچہ ہو جائے تو پھر میں چلوں گا ضرور"۔ نارد بولے۔ "اچھا یوہی سہی"۔ ایک برس کے بعد نارد پھر آئے۔ بولے۔ "بچہ ہو گیا بھگت جی!"۔ بھگت بولا۔ "ہاں مہاراج! بہت سُندر بچہ ہے وہ — موٹی موٹی آنکھیں ہیں اُس کی۔ بڑ بڑ دیکھتا ہے۔ میری اُنگلی پکڑ لیتا ہے۔" نارد نے کہا۔ "تو آؤ۔ اب چلیں"۔ بھگت نے کہا۔ "لیکن ابھی تو بچہ بہت چھوٹا ہے۔ اسے کچھ بڑا ہو لینے دو۔ پھر چلوں گا"۔ نارد "بہت اچھا" کہہ کر چلے گئے۔ پانچ برس کے بعد آئے۔ بچہ بڑا ہو گیا تھا۔ بولے۔ "چلو بھگت۔ اب چلیں"۔ بھگت نے کہا۔ "نہیں مہاراج — ابھی تو وہ صرف پانچ ہی برس کا ہے۔ میرا لڑکا ہے بیوقوف۔ اُس کی دیکھ ریکھ کر نہیں سکتا۔ کچھ برس اور ٹھہر جایئے' اس بچے کو سمجھدار ہو جانے دیجئے"۔ نارد واپس چلے گئے۔ دس برس کے بعد آئے۔ بچہ جوان ہو گیا تھا۔ بھگت بوڑھا۔ کمر ٹیڑھی ہو گئی تھی اُس کی۔ آنکھیں بند۔ لاٹھی ٹیک کر چلتا تھا۔ نارد نے کہا۔ "اب تو چلو۔ اب تو بہت دیر ہو گئی"۔ بوڑھے بھگت نے چلّا کر کہا۔ "یہ تم بار بار میرے ہی پاس کیوں آتے ہو؟ — اتنی بڑی دُنیا ہے۔ کسی دوسرے کو پکڑ کر لے جاؤ۔ میں ہی کیا رہ گیا ہوں سورگ جانے کیلئے؟"۔ نارد کی آنکھیں کھُل گئیں۔ دُکھ سے بولے۔ "بھگوان ٹھیک کہتے تھے اُنہیں کوئی چاہتا نہیں"۔

یہ ہے بھگتوں کی حالت۔ ارے سُنو — دھوکے میں پڑ گئی ہے دُنیا۔ بیوپار کرتی ہے۔ بھگتی کرنا نہیں چاہتی۔ چاروں طرف بے چینی کی دھدکتی ہوئی جوالائیں جل رہی ہیں۔ ان سے باہر نکلنے کی اچھیا نہیں اُس کو۔ صرف اُن چیزوں کی اچھیا ہے جو ناش ہونے والی ہیں۔ یقیناً یہ وہ بھگتی نہیں' جس کا ذکر "ورمینیم" میں کیا گیا۔ یہ تو بیوپار ہے خالص۔ آج لوگ کہتے ہیں: "اتنے گھنٹے ہم نے جاپ کیا۔ اس کے بدلے میں ہم کو کیا ملے گا؟"۔ کچھ نہیں ملے گا۔ یاد رکھو۔ یہ جاپ نہیں، سوداگری ہے سراسر۔

مہاراج یدھشٹر اور ان کے بھائی اگیات واس کے دُکھ بھوگ رہے تھے۔ جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے۔ ایک دن دروپدی نے یدھشٹر سے کہا۔ "مہاراج! آپ اتنے بڑے بھگت ہیں۔ ایشور میں اتنی شردھا رکھتے ہیں۔ اُن سے پرارتھنا کیوں نہیں کرتے کہ ان تکلیفوں کو دور کر دیں"۔ یدھشٹر بولے۔ "سُنو دروپدی! — میں ایشور سے پیار کرتا ہوں اور اُن کی بھگتی کرتا ہوں تو سودے کیلئے نہیں۔ کچھ مانگنے کیلئے نہیں۔ صرف اس لئے کرتا ہوں کہ اس بھگتی سے مجھے

سنتوش ملتا ہے۔ ہمارے سامنے وہ خوبصورت پہاڑ ہے۔ اس کے وہ چھوٹے ہوئے برکش، نیلی نیلی برف برف سے ہوکر آتا ہوا "آبشار بن کر بہتا ہوا پانی۔ — اسے دیکھنے سے ہی سکھ ملتا ہے۔ آنکھوں کو سنتوش ہوتا ہے۔ اس سے کبھی کوئی کچھ مانگتا نہیں ہے۔ اسی طرح میں بھی ایشور کی بھگتی کرتا ہوں۔"

پرم ہنس شری رام کرشن مہاراج جیون کے آخری دنوں میں بیمار ہو گئے۔ گلے کے اندر کینسر ہو گیا انہیں۔ ڈاکٹروں نے علاج کیا وہ اچھے نہیں ہوئے۔ تکلیف بڑھتی گئی۔ کلکتہ کے مشہور ودوان دُکھی ہو کر پرم ہنس کے پاس آئے بولے۔ "ڈاکٹر ہار گئے یوگیراج! — اب صرف ایک طریقہ ہے۔ آپ تین بار کہہ دیجئے۔ بیماری دُور ہو جائے — تو بیماری چلی جائے گی۔ تین بار ماں سے پرارتھنا کر دیجئے۔ اس کے سوائے اور کوئی طریقہ نہیں" — شری رام کرشن اُس وقت اچھی طرح بول نہیں سکتے تھے کشٹ سے بولے۔ پشپتی دھر! ماں سے کیسے میں ایسی بات کہوں — کیا ماں کو خود معلوم نہیں کہ میرے لئے اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے — جو وہ ٹھیک سمجھتی ہے وہی کرتی ہے۔ میں نے اُس سے کبھی کچھ مانگا نہیں۔ میں اُس سے کبھی کچھ مانگوں گا نہیں۔"

یہ ہے سچے بھگت کی پہچان۔ وہ سودا نہیں کرتا۔ بیوپار نہیں کرتا۔ "درمنیم" کہہ کر اپنے آپ کو ایشور کے ارپن کر دیتا ہے۔

اور جب اس طرح اپنا سب کچھ ایشور پر چھوڑ دیتا ہے وہ۔ جب وہ اُسے "موہیتا" بھرگما"۔ "دیو"۔ اور "دَر" رُوپ میں اپنایت ہے تو اُس کے انتہ کرن کے اندر ایک مہان جیوتی جاگ اُٹھتی ہے۔

جو لوگ ایشور کی بھگتی کرنا چاہتے ہیں اُن سے میری پرارتھنا ہے کہ "رگوید۔ آدی۔ بھاشیہ۔ بھومکا" کے اُپاسنا کانڈ کو غور سے پڑھیں۔ اس میں انہیں سب کچھ ملیگا۔ کئی بار میں حیرت کے ساتھ سوچتا ہوں کہ سب کچھ تو ہمارے پاس ہے پھر ہم کیوں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ سب کچھ سامنے ہے پھر بھی "بھوک بھوک" چلاتے ہیں۔ یاد رکھو: —

ٹیکا بھو کا کوئی نہیں سب کی گٹھڑی لال
گرہ کھول نہیں دیکھتے تس بدھ بھیئے کنگال

ارے گھبراؤ نہیں۔ چنتاؤں کی جس گٹھڑی کو اٹھائے پھرتے ہو تم۔ اُسے اُتار پھینکنے کا طریقہ موجود ہے۔ پہلے من کی اس گٹھڑی کو کھولو۔ آنکھوں پر آئے پردے کو دُور کر دو — جو تمہارے پاس ہے اُسے

دیکھو - رگوید - آدی - بھاشیہ - بھومکا میں مہرشی کہتے ہیں :-

"یوگ کرنے والے منشیہ تتوارتھات برہم گیان کے لئے جب اپنے من کو پہلے پرمیشور میں یُکت کرتے ہیں۔ تب پرمیشور اُن کی بدھی کو اپنی کرپا سے اپنے میں یُکت کر لیتا ہے۔ پھر وہ پرمیشور کے پرکاش کو نشچے کر کے یتھارت دھارن کرتے ہیں۔ پرتھوی کے بیچ میں یوگی کا یہی پرسدھ لکشن ہے۔"

اس طرح ایک عجیب روشنی انتہ کرن میں جاگ اُٹھتی ہے۔ جیسے ہی بھگت "دِھی - مہی" (धीमहि) کہتا ہے ویسے ہی اگر اُس کا دھیان درست ہے، اگر اُس نے "سویتا" اور "بھرگا" کے ارتھوں کو سمجھا ہے تو ایک چمکتا ہوا، کروڑوں آفتابوں کی روشنی دینے والا ایک مہان سورج اُس کے اندر جاگ اُٹھتا ہے۔

شروع شروع میں یہ جیوتی دکھائی نہیں دیتی۔ یہ تو ابھیاس کی چیز ہے۔ گایتری منتر کا دیوتا "سویتا" ہے۔ اس لئے گایتری کا جاپ کرتے وقت سورج جیسی روشنی کا دھیان کرنا چاہیئے۔ بار بار دھیان کرنے سے، بار بار ابھیاس کرنے سے انتہ کرن کا دوش دُور ہوتا ہے۔ تین قسم کا دوش ہے یہ۔ ایک "مل" (मल) ہے۔ دوسرا "وکیشپ" (विक्षेप)، تیسرا "آورن" (आवरण)۔ "مل" نشکام سیوا سے دُور ہوتا ہے۔ "وکیشپ" بھگتی سے۔ "آورن" گیان سے۔ تینوں جب دُور ہو جائیں تب انتہ کرن شُدھ اور پوتر ہوتا ہے۔ تب ایک چمکتی ہوئی، سفید روشنی اُس کے اندر جاگ اُٹھتی ہے۔ جاگتے ہی وہ پوچھتی ہے —— "مانگ۔ کیا مانگتا ہے؟" اُس وقت موٹر گاڑیاں پشو، رشتہ دار، بیٹے، دھن اور دولت نہیں مانگتا —— یہ سب چیزیں تو نشٹ ہونے والی ہیں یہیں رہ جانے والی ہیں۔ اُس وقت وہ چیز مانگنا جس سے یہ لوک اور پرلوک دونوں سُدھر جائیں۔ اُس وقت کہنا ——

धियो यो नः प्रचोदयात् ।

ایسی کرپا کر اے مہاشکتی - اے مہاجیوتی - کہ میری بدھی تیری طرف چلے۔

یہ شریر ہے نا - اچھی چیز ہے۔ لیکن یہ تو محض ایک موٹر ہے اُس مہاراج کے پاس پہنچنے کے لئے جس کے سوائے اور کہیں بھی سُکھ نہیں۔ ہماری اصل منزل وہ ہے۔ وہاں پہنچنا ہے ہمیں۔ شریر کی اس موٹر میں بیٹھ کر پہنچنا ہے۔ لیکن پہنچنا دیں سے —— منزل وہ ہے، آتما یاتری ہے۔ شریر رتھ ہے۔ اور باقی سب کچھ: یہ دھن دولت، بیوی، مکان، بچے، دوست، رشتہ دار،

دیش، جاتی اور راشٹر ــــ صرف یاترا کی سامگری ہیں۔ "زادِ راہ" ہیں فارسی بھاشا میں۔ راستہ کاٹنے کا سامان۔ لیکن اگر ہم "زادِ راہ" جُٹانے میں ہی لگے رہیں۔ راستے کو بھول جائیں، منزل کو بھول جائیں، تو پھر ہمیں عقلمند کون کہے گا؟

ایک تھا پردھان منتری۔ بہت بڑے دیش کا پردھان منتری تھا وہ۔ بہت کچھ اس کے اختیار میں تھا۔ ایک دن وہ ایک قصبے میں پہنچا۔ پتہ کیا کہ قصبے کا سب سے بڑا چودھری کون ہے؟ نام معلوم کر کے اپنے ڈرائیور کو بولا۔ "ڈرائیور ــ میری موٹر کو لے جاؤ۔ چودھری صاحب کو لے آؤ۔ کہنا۔ میں انہیں ملنا چاہتا ہوں۔" ڈرائیور گیا۔ چودھری صاحب کو آواز دی۔ بولے۔ "کیا بات ہے؟" ڈرائیور نے کہا: "آپ کو پردھان منتری نے بلایا ہے۔ آپ کیلئے موٹر بھیجی ہے"۔ چودھری صاحب موٹر میں بیٹھے۔ بولے۔ پردھان منتری کے پاس تو چلنا ہی ہے۔ ذرا قصبے کی سیر تو ہمیں کرا دو"۔ ڈرائیور نے خوب اچھی طرح سیر کرا دی۔ چودھری صاحب بولے۔ "دیکھو۔ وہ سامنے والے سینما ہال میں بہت اچھی پکچر لگی ہے۔ جانا تو ہے ہی۔ ذرا ٹھہر کر چلے جائیں گے۔ چلو وہ پکچر دیکھ آئیں"۔ تین گھنٹے گذر گئے۔ سینما ہال سے نکلے تو بولے۔ "ابھی تو بہت وقت ہے۔ چلو فلاں سینما ہال میں ایک اور پکچر لگی ہے اُسے بھی دیکھتے چلیں۔ اُس کو بھی دیکھا۔ تو بولے: "شہر میں ایک سرکس آیا ہے۔ چلو اُس کو بھی دیکھیں"۔ دیکھا اُس کو بھی۔ رات ہو گئی زیادہ۔ بولے۔ "اب تو میں تھک گیا۔ کہیں نزدیک میں کوئی اچھی دکان یا ہوٹل ہو تو کوئی ڈرنک ورنک لے لیں"۔ ڈرائیور نے کہا۔ "صاحب۔ وہ سامنے ہوٹل ہے۔ وہاں بہت اچھی لال رنگ کی شراب ملتی ہے"۔ چودھری صاحب وہاں پہنچ گئے شراب پینے کے لئے ــــ

دیکھو۔ میں شراب پینے کو بُرا نہیں سمجھتا۔ میری طرف سے ایک کی بجائے دو بوتل پیو۔ لیکن ایک شرط ہے۔ ایسی شراب پیو جو پھر اُترے نہیں۔ ایسی شراب کیا ہوئی جو صبح پیو تو شام نہیں۔ شام پیو تو صبح نہیں۔ اور سُنو۔ ایسی شراب بھی ہے جس کا نشہ کبھی اُترتا نہیں۔ میں اُسی شراب کا ایجنٹ ہوں۔ اس کو بیچتا ہوں۔ دوسری شراب صرف شکوے پیدا کرتی ہے۔ صرف گراوٹ کو جگاتی ہے۔ ایسی شراب کو پینے والا چلّا کر کہتا ہے:۔

شراب پی کر اُترنے والی پلائی بھی تو کیا پلائی ساقی
جو چڑھ کر اک بار پھر نہ اُترے وہ مے پلائے تو ہم بھی جانیں

پینی ہے تو ایسی شراب پیو جو ایک بار پی لینے کے بعد پھر اُترے نہیں۔ میں اُسی شراب کی

بات کہتا ہوں جس کے متعلق گورو نانک دیوجی نے کہا تھا۔

بھنگ بھنوئی سراپان ۔ اُتر جائے پر بھات
نام خماری نانکا ۔ چڑھی رہے دن رات

لیکن جن چودھری صاحب کی بات میں کہتا ہوں اُنہیں تو اس "نام خماری" کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ تو متلاشی تھے لال پری کے۔ گئے ہوٹل میں۔ جام کے بعد جام پینے لگے۔ بیہوش ہو گئے تو ہوٹل والوں نے اُٹھا کر باہر نالی میں پھینک دیا۔ پردھان منتری کے ڈرائیور نے جب دیکھا کہ چودھری صاحب تو اُٹھنے کا نام ہی نہیں لیتے تو آدھی رات کے وقت خالی موٹر لے کر پردھان منتری کے پاس پہنچ گیا۔ پردھان منتری نے پوچھا۔ "ارے تجھے تو چودھری کو لینے کے لئے بھیجا تھا۔ وہ کہاں ہے؟" ڈرائیور نے ساری کہانی سُناتے ہوئے کہا۔ "صاحب۔ وہ تو نالی میں اوندھے مُنہ پڑا ہے۔ اپنے آپ کی بھی ہوش نہیں اُسے۔ آپ اس سے بات کیا کریں گے؟"۔ پردھان منتری نے غصے سے کہا۔ "مرنے دو بدبخت کو۔ کل اُسے موٹر نہیں بھیجی جائے گی۔"

اے او انسان! یہ موٹر تو بھگوان نے بھیجی تھی اس لئے کہ تو اس کے پاس پہنچ سکے۔ تو اس کو کہاں کہاں لئے گھومتا ہے؟۔ کہاں اپنا وقت ضایع کر رہا ہے؟۔ ارے جاگ ۔ نہیں تو تیرا راجہ رُوٹھ جائے گا۔ موٹر چلی جائے گی واپس ۔ اور تو گندی نالیوں میں لڑھکتا پھرے گا۔ جاگ۔ ابھی وقت ہے۔

دُنیا کہتی ہے کہ ہم دُکھی ہو گئے۔ لوگ الزام دیتے ہیں ایشور پر۔ کہتے ہیں۔ "کیا ایشور ہے وہ۔ کبھی اولے بھیج دیتا ہے۔ کبھی زلزلے، کبھی قحط، کبھی سیلاب" —— ارے ایشور نہیں بھیجتا ان کو تمہارے کرم بھیجتے ہیں۔ اُپنشد کہتا ہے:-

कृतं लोकं पुरुषोऽभिजायते ।

اپنے انتہ کرن میں جیسی دُنیا میں بناتا ہوں، ویسی وہ مجھ کو ملتی ہے۔ ہمارے کرموں کا پھل ہے جو ہمارے سامنے آتا ہے، کوئی دُوسرا اس کے لئے ذمہ دار نہیں۔ کرم کو مارگ پر لے جانے والی ہے عقل ۔ بُدھی۔ اس لئے انتہ کرن میں وہ بہان جوت جاگ اُٹھے۔ وہ پرچنڈ سُورج بن چمک اُٹھے۔ تب پیار سے، شردھا سے، وشواس سے کہو ——

धियो यो नः प्रचोदयात् ।

مجھے وہ عقل دے جو تیری طرف لے جائے۔ ہمیشہ تیری ہی طرف چلے۔ ہمیشہ تیری ہی طرف۔

یہ ہے گایتری منتر ـــــ اس میں ستُتی، اُپاسنا اور پرارتھنا تینوں موجود ہیں۔ اس میں وہ بات ہے جو انسان کو اُس کی منزل کی یاد دلاتی ہے۔

سام وید کے ۹۱ ویں منتر میں اس منزل کا ذکر آتا ہے۔ اُس میں لکھا ہے:۔

"سُنو۔ اے دھرتی پر رہنے والے لوگو! ـــــ اس ماتا رُوپی پرتھوی پر رہنے کے بعد ہم لوٹ جاتے ہیں یہاں سے اور موکش دھام کے سُکھ میں ٹھہر جاتے ہیں۔ ہمیں یہاں پربھو کا اُپاسک بننا ہے، پرکرتی کا نہیں۔ اپنے کو (اگنی) آگے پہنچانے والا بن۔ یہ سنسار کھیل کا میدان ہے۔..................."

اس کا مطلب کیا ہے! یہ کہ ہم اس دھرتی کے رہنے والے نہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے یہاں آئے۔ تھوڑی دیر کے لئے۔ پھر جانا ضروری ہے ـــــ ہمارا اصل گھر وہاں ہے۔ اُس پرم دھام، موکش دھام، برہم لوک میں ـــــ یاتری بن کے ہم گھر سے نکل پڑے ہیں۔ واپس گھر کو جانا ہے۔ یاترا ٹھیک طرح سے ہو۔ جلدی سے جلدی اپنے گھر میں واپس پہنچ جائیں۔ یہی ہمیں کرنا ہے۔

لیکن کیوں جی ـــــ یاتری کو کیا کرنا چاہیئے؟ کیا یہ کہ بہت سا سامان اپنے ساتھ باندھ لے، اپنے لئے اتنی ضرورُیات پیدا کرلے کہ اُنہیں پُورا کرنے میں ہی وقت بیت جائے۔ یاترا کی فرصت ہی نہ ملے۔ نہیں، میرے بھائی۔ اس طرح یاترا ہوتی نہیں۔ یاترا پر جانا ہو تو کم سے کم سامان اپنے ساتھ رکھنا چاہیئے۔ کم سے کم ضرورتوں کو اپنی ضرورت بنانا چاہیئے۔ لیکن آج کل اس بات کو مانتا کون ہے؟ آج کا اصُول تو یہ ہے کہ اپنی ضرورُیات کو بڑھاؤ۔ پھر اُنہیں پُورا کرنے کے لئے جدوجہد کرو۔ بڑھاتے جاؤ ضرورُیات۔ کرتے جاؤ جدوجہد ـــــ لیکن میں پُوچھتا ہوں۔ پہنچو گے کہاں! ارے اتنے بڑے بڑے بنگلے بنائے جا رہے ہو۔ ان کا بوجھ کیسے اُٹھاؤ گے!۔ اتنی بڑی بڑی گٹھڑیاں باندھے جا رہے ہو۔ انہیں لے کر کس طرح آگے بڑھو گے؟ ـــــ ارے او مُسافر! تجھے جانا ہے دُور۔ اس راستے میں قُلی نہیں ملتے۔ مزدُور نہیں ملتے۔ سب کچھ خود ہی اُٹھانا پڑتا ہے۔ اپنی ضرورُیات کو کم کر۔ اپنے بوجھ کو ہلکا کر تاکہ سفر آسانی سے کٹ جائے۔ لیکن ضرورُیات کو کم کرنے اور بوجھ کو ہلکا کرنے کے بعد بھی یاد رکھ کہ سفر میں دُکھ زیادہ ہوتا ہے۔ سُکھ کم۔ کئی لوگ کہتے ہیں۔ "سوامی جی! جیون میں دُکھ بہت ہے"۔ میں انہیں کہتا ہوں۔ ارے بھائی! برہم لوک سے نکل آئے ہو تم۔ اپنے گھر سے باہر آ گئے ہو۔ اب دُکھ نہیں ہوگا تو کیا ہوگا۔ دُکھ کی چنتا تھی تو گھر سے نکلے کیوں تھے؟ یاترا تو یاترا ہے۔ کبھی کھانا اچھا نہیں ملتا۔ کبھی کھانا مل جائے تو سونے کی جگہ اچھی نہیں ملتی۔ کبھی دونوں مل

جائیں تو ساتھی اچھے نہیں ملتے۔ لیکن گھبراؤ نہیں ۔ چلتے جاؤ۔ آخر تم گھر میں پہنچو گے ضرور۔ اس پرم دھام میں جہاں بے انت آنند تمہارے لئے بازو پھیلائے کھڑا ہے۔

لیکن سام وید کا منتر موکش دھام کو آپ کا اصلی گھر کہہ کر ہی خاموش نہیں ہو جاتا۔ بلکہ وہ سادھن بھی بتاتا ہے جن کو اپنا کر اس پرم دھام میں پہنچنا آسان ہو جائے۔ اس منتر میں کچھ شبد آتے ہیں، جن پر وچار کرنے سے موکش دھام تک پہنچنے کے سادھن جیسے سامنے آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک شبد ہے "پر دیو۔ آدی۔ داسا" (प्रदेवादिदास:) اس کا مطلب ہے۔ پرماتما کا سیوک بن یعنی اس کا ہو جا۔ مایا کے پیچھے نہ بھاگ۔ اس کی چکا چوند کرنے والی چمچماتی تلوار سے اپنی گردن نہ کٹا۔ دوسرا شبد ہے "اگرنے" (अग्रने) یعنی آگے چل۔ آگے چلنے سے فائدہ ہو گا۔ یاترا میں جتنا ہی آگے بڑھے گا۔ دوسروں سے آگے جلنے کی کوشش کرے گا۔ اتنی ہی اچھی جگہ ملیگی۔ اتنی ہی آسانی ہو گی۔ اس لئے شاریرک، مانسک اور آتمک اُنتی کے مارگ پر آگے بڑھ۔ چلتا چل۔ رکنے کا نام نہ لے۔ تیسرا شبد ہے "اندرا" (इन्द्रा) یعنی پرماتما کی طرح شکتی والا، پربھاو والا بن۔ مریل ٹٹو بن جانے سے، ہر وقت یہ کہتے رہنے سے کچھ نہیں ہو گا۔ "میں کچھ نہیں ہوں میں کچھ بھی کر نہیں سکتا۔" کر سکتے ہو سب کچھ۔ تم کرو گے ضرور۔ اپنے آپ پر بھروسہ رکھو ـــ آخر میں چوتھا شبد ہے "دیوا" (देवा:) بہت سے مطلب ہیں اس کے۔ ایک مطلب ہے "کھیلنے والا"۔ یعنی اس طرح چل، اس طرح آگے بڑھ، جیسے ایک کھلاڑی آگے بڑھتا ہے۔ اس دُنیا کو کھیل کا میدان سمجھ کے آگے بڑھتا جا۔ شاعر کی طرح پکار کے کہہ ؎

بازیچۂ اطفال ہے دُنیا میرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشہ میرے آگے

ارے بچوں کے اس کھیل میں، دُنیا کے اس تماشہ میں روتا اور چلاتا کیوں ہے؟ چوٹ لگ گئی ہے تو برداشت کر، کھلاڑی بن۔ ہنستا اور مسکراتا ہوا آگے بڑھ۔

ایک دن کہیں سے "ملاپ" اخبار کا ایک پرچہ مجھے مل گیا۔ اس میں رنبیر کے لکھے ہوئے یہ شبد مجھے بہت اچھے لگے:۔

"دُنیا ایک حسین گیت ہے۔ ہر شے یہاں پر گاتی ہے۔ آکاش کی آنکھ میں تارے گاتے ہیں۔ باغوں کی جھولیوں میں پھول گاتے ہیں۔ سمندر کے سینے پر لہریں گاتی ہیں۔ جیون کے ساحل پر موت گاتی ہے۔ موت کے اس پار نو جیون ہے۔ ہر چیز گا

رہی ہے۔ پھر منشیہ ہی پتھر بن کر کیوں بیٹھا رہے۔ کیوں نہ وہ خوشی سے جھوم
اُٹھے۔ کیوں نہ اس کے قہقہوں سے زمین و آسمان گونج اُٹھیں۔"
یہ ہے جیون کے متعلق اور اس کے آدرش کے متعلق درست درشٹی کون۔ ہنستے ہوئے
آگے بڑھو، مسکراتے ہوئے آگے بڑھو۔ بڑھتے جاؤ۔ رکو نہیں۔ آخر میں وہ پرم دھام
ملے گا ضرور۔

ان تھوڑے سے دنوں میں یہ سب باتیں میں نے آپ کو بتائیں تو اس لئے کہ اس دکھی
دنیا میں شاید کوئی انہیں سن لے۔ شاید کسی کے دل میں روشنی جاگ اُٹھے۔ اس سنسار میں راستہ ایک
ہی ہے۔

असतो मा सत्यं गमय
तमसो मा ज्योतिर्गमय
मृत्योर्मा अमृतं गमय

ہم کہتے ہیں جو ستیہ ہے وہی جیوتی ہے۔ جو جیوتی ہے وہی امرت ہے۔ جھوٹ ہی اندھکار
ہے۔ اندھکار ہی موت۔ ہم موت سے امرت کی طرف جانا چاہتے ہیں تو یہ کام "بدھی" کے بغیر ہو گا نہیں۔
بدھی کی چار قسمیں ہیں۔ بدھی، میدھا، پرگیا، رتم بھرا — ان چاروں کو حاصل کرنے کا طریقہ
گایتری منتر ہے۔ پچھلے یگوں میں سبھی مہاپرش اس کا جاپ کرتے رہے۔ کس طرح یہ جاپ کیا جاتا ہے
یہ میں نے آپ کو بتایا۔ کس طرح اُپاسنا کی جاتی ہے اس کے متعلق میں نے آپ کو اشارتاً سمجھایا۔
سیدھی سی بات یہ ہے کہ جب تک "آہار" شدھ نہ ہو، "وچار" شدھ نہ ہوں، "آچار" شدھ نہ ہو، اور
"بیوہار" شدھ نہ ہو تب تک پرارتھنا ہوتی نہیں۔ میں اگر دکھی کا دکھ دور کرنے کی کوشش نہیں
کرتا، پاس ہونے پر بھی غریب کو نہیں دیتا، طاقت ہونے پر بھی کمزور کی رکشا نہیں کرتا تو آچار سے گرتا ہوں۔
میرا دیش اگر گرا ہوا ہے اور میں اُسے اُٹھانے کی کوشش نہیں کرتا، اگر میں لوگوں کو ملانے کی بجائے
اُنہیں لڑانے کا جتن کرتا ہوں تو "آچار" سے گرتا ہوں۔ "آہار" کی شدھی بھی بہت ضروری ہے۔ جو لوگ
مانس کھاتے ہیں، انڈے کھاتے ہیں، لال مرچ کھاتے ہیں، بہت زیادہ مصالحوں کو استعمال کرتے
ہیں۔ وہ گایتری کا جاپ کر نہیں سکتے۔ کریں گے تو اُس کا پھل پتہ نہیں کیا ہوگا؟ ان چار چیزوں
"آہار — وچار — آچار — اور بیوہار" کو شدھ کرنے کے بعد ہر روز صبح سویرے اُٹھنا چاہیئے۔
صبح تین بجے سے چھ بجے تک کا وقت دن اور رات کا بہترین وقت ہے۔ اُس وقت گنگوتری ہمالہ

اور دوسرے ستھانوں میں بیٹھے ہوئے مہاتما بھگتی اور آتمک شکتی کی لہریں دُنیا میں چھوڑتے ہیں۔ چاروں طرف یہ لہریں پھیلتی ہیں ـــــ جو لوگ بھگتی کرنا چاہتے ہیں وہ مُفت کی اس مدد کو کیوں نہ لیں؟ اُس وقت نہا دھو کر، آسن میں بیٹھ کر، سب طرف سے من کو ہٹا کر گایتری ماں کی شرن میں جانا چاہیئے۔ تھوڑی دیر کے لئے سمجھنا چاہیئے کہ سنسار سے، پریوار سے، کسی سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ صرف میں ہوں۔ اور وہ مہا شکتی ہے۔ پانچ بار اُونچی آواز سے گایتری کا جاپ کر کے تب ہونٹ بند کر لینے چاہیئں۔ گلے میں جاپ کرنا چاہیئے۔ تب دل میں کرنا چاہیئے ـــــ اس کے بعد دونوں بھووں کے میان یا دل میں روشنی کو دیکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ بار بار کوشش کرنے پر وہ روشنی دکھائی دیتی ہے۔ ایسی جیوتی جس سے زیادہ سُندر اور کچھ نہیں۔ زیادہ چمکدار اور کچھ نہیں۔ اُس جیوتی کو دیکھ لینے کے بعد من ڈانواڈول نہیں ہوتا۔ ایسا آنند جاگ اُٹھتا ہے جسے کوئی طاقت بیان نہیں کر سکتی۔

یہ سب کچھ میں نے آپ کو اشارتاً بتایا۔ لیکن اب وقت ہو گیا ہے ختم۔ سات دن کا یہ ست سنگ بھی سماپت ہوا۔ اور جیسا کہ میں نے کل آپ سے کہا تھا۔ کتھا کے بعد مجھے آپ سے کچھ مانگنا ہے ضرور ـــ میں ہوں فقیر۔ مانگنا میرا کام ہے۔ جب فقیر بنا۔ اور جمنا میں اشنان کر کے کہہ دیا کہ سب کچھ چھوڑ دیا میں نے، تو میرے گورو پوجیہ سوامی آتمانند جی نے کہا۔ "اب جھولی پھیلا۔ اور بھیک مانگ"۔ حیرت کے ساتھ میں نے سوچا۔ "کیا اب بھیک بھی مانگنی ہو گی۔ میرے پاس موٹریں تھیں۔ پریوار تھا۔ کاروبار تھا۔ لاکھوں روپے تھے ـــ سب کو میں دیتا تھا۔ سب کو چھوڑ دیا۔ کیا اب بھیک بھی مانگنی ہو گی"۔ گورو جی نے کہا۔ "ہاں بھیک مانگنی ہو گی۔ جو کچھ تیرا تھا وہ اب تیرا نہیں رہا۔ تُو ہی سب کا ہو گیا ہے۔ 'میرے پن' کا ابھیمان نہ رہے اس لئے آگے بڑھ کر بھیک مانگ"۔ میں نے سر جھکا کر کہا۔ "جو آگیا گورو دیو۔ میرا ابھیمان نشٹ ہو ـــ میں بھیک مانگوں گا۔ لیکن مانگوں کس سے؟" گورو جی بولے۔ "سب سے پہلے اُس دیوی سے مانگ جو وہاں بیٹھی ہے آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے"۔ میرا دل کانپ اُٹھا ـــ جھولی پھیلا کر میں آگے بڑھا۔ اُس دیوی کے پاس جا کر بولا۔ "دیوی! آج تک تمہارے سوائے دُنیا کی بھی عورتوں کو میں نے ماں سمجھا۔ آج تم بھی میرے لئے ماتا ہوئیں ماں! ـــ کرپا کرو۔ بچے کی جھولی میں بھیک ڈال دو!" تب سے میں بھیک مانگنے لگا۔ سنیاس کے کرنشیٹ گیا تو وہاں جا کر کم سے کم تیس دن بھکشا مانگنے کی آگیا تھی۔ بھیک مانگنا میرا کام ہے۔ اس لئے آپ سے بھیک مانگوں گا ضرور ـــ آپ اتنے بڑے بڑے لوگ ہیں۔ بھیک دیں گے۔ ایسا مجھے وشواس ہے میں

نے آپ کی سیوا کی ہے۔ اس کے بدلے میں ہی بھیک دے دینا۔ کنجوسی نہیں کرنا۔ دیا ضرور۔ دیکھو۔ میں اپنی جھولی پھیلاتا ہوں۔ فقیر کی اس جھولی میں اپنا دھن اور دولت نہیں ڈالو۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنا روپیہ اور پیسہ نہیں ڈالو۔ میں وہ مانگتا نہیں ہوں۔ پھر کیا مانگتا ہوں میں؟ — او میری دُکھی ماتاؤ! — دُکھی بھائیو! — دُکھی بچو! — میں تم سے وہ چیز مانگتا ہوں جو تمہیں بہت تنگ کر رہی ہے۔ اپنی چنتاؤں کو مجھے دے دو۔ ڈال دو اس جھولی میں۔ ڈال دو — کنجوسی نہیں کرو — شاباش — ڈالتے جاؤ۔ ڈالتے جاؤ سب لوگ۔ جس جس کو جو چنتا ہے۔ جو دُکھ ہے۔ جو کشٹ ہے۔ جو کلیش ہے۔ وہ سب مجھے دے دو۔ دیدو میرے پیارے۔ میں فقیر بن کے بھیک مانگنے آیا ہوں۔

اُس وقت جو حالت اُس سبھا میں ہوئی۔ اُسے تو میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں تیزی سے لکھ رہا تھا۔ سُنا میرے پیچھے کوئی سسک رہا ہے۔ آنکھ اُٹھا کر دیکھا۔ صرف پیچھے والا نہیں۔ سبھا میں بیٹھے سبھی لوگ رو رہے تھے۔ اُن کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ بوڑھی عورتیں، چھوٹی چھوٹی بچیاں۔ بڑے بڑے بزرگ۔ سب کا دل بھر آیا تھا۔ آنسو بھری آنکھوں سے میں دیکھ نہیں سکا کہ کیا لکھ رہا ہوں۔ قلم پر آنسو گرے تو چونک کر دیکھا کہ پوجیہ سوامی جی — ہاتھ پھیلا کر، رقت بھری آواز میں بھگوان سے کہہ رہے ہیں ——————

! دیوا ! مجھے ہی سب دُکھ دے دے
جگ جن سارے سُکھ پائیں،
اوروں کے جو کشٹ بھوگ ہوں
اِس جن کے اوپر آئیں !

اوم تت ست